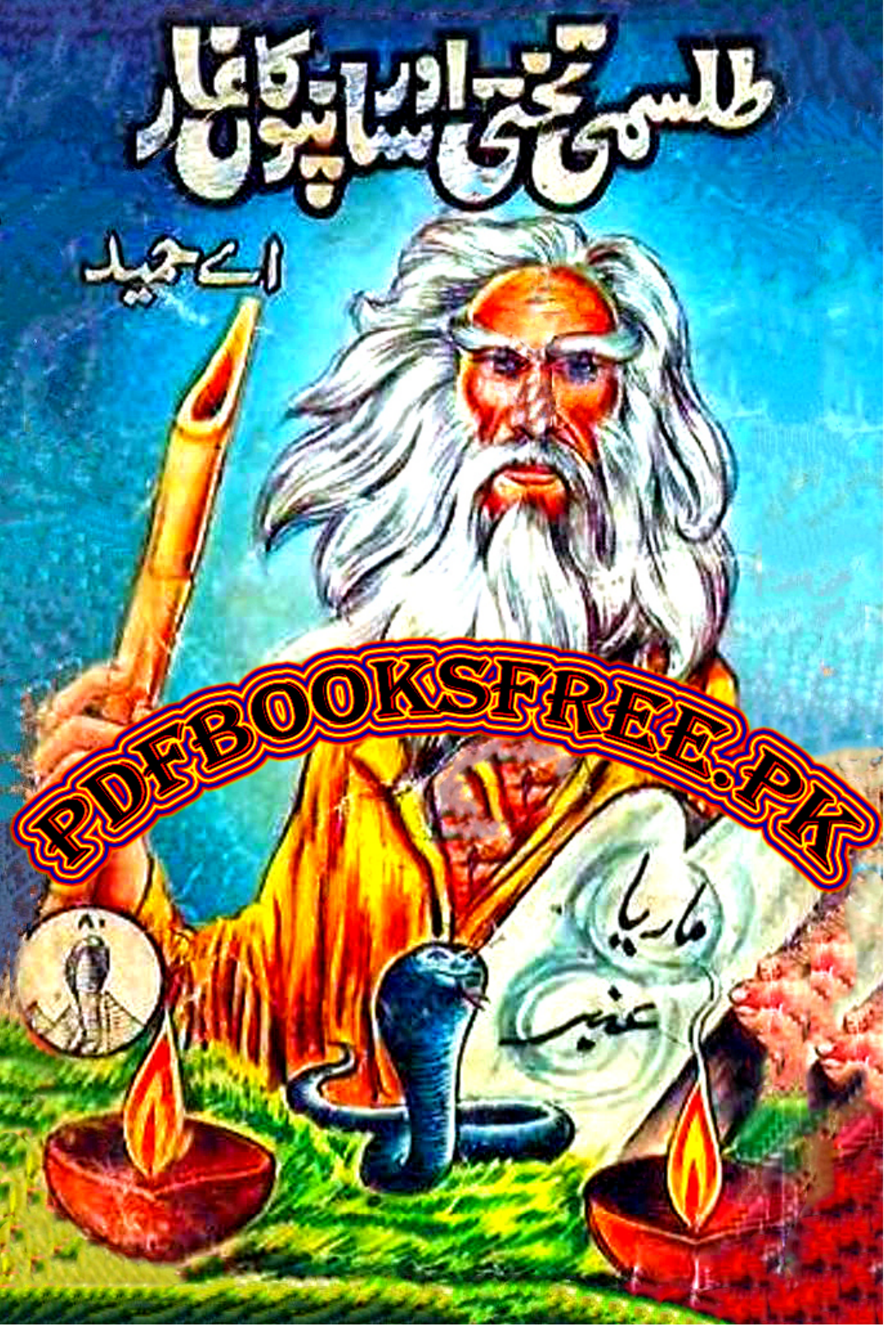
طلسمی تختی اور سانپوں کا غار
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
ماریا
عنبر
80

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ترتیب

- ہسپتال کا خطرناک کمرہ
- زہر کا ٹیکہ
- دوست جن کی کارستانیاں
- صحرا میں پُراسرار سگنل کی آواز
- طلسمی تختی اور سانپوں کا غار
- غیبی شاکول اور انسانی نقطے

ہسپتال کا خطرناک کمرہ

رات کے دو بج رہے تھے۔

کیٹی اس وقت عنبر ناگ ماریا کے مصنف یعنی میرے کمرے میں سامنے والے صوفے پر بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا،

"تمہاری آنکھیں تو چوکور تھیں کیٹی"

کیٹی نے اپنے انگوٹھے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"کیا تم بھول گئے؟ یہ میری اس چٹکی کی وجہ سے کبھی کبھی چوکور نہیں رہتیں۔ لیکن مجھے میرے جن دوست نے بڑا پریشان کیا ہوا ہے۔ کبھی کبھی تو ایسی شرارت کرتا ہے کہ میں عاجز آ جاتی ہوں۔ ابھی ابھی جب میں پاگل خانے سے بھاگی تو چٹکی بجائی۔ شکر ہے کہ میں ہیڑنی بن گئی۔ ورنہ میرا جن دوست مجھے سوُرنی بھی بنا دیتا تو میں اس کا کیا بگاڑ لیتی"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا:

"مجھے معلوم ہے کہ تم ابھی ابھی ممی بن گئی تھیں اور تم عنبر ناگ ماریا سے الگ ہو کر ۱۹۸۲ء کے لاہور میں نکل آئی ہو۔"

کیٹی نے کہا:

"مگر تم تو سو رہے تھے۔ تم ہماری کہانی کہاں لکھ رہے تھے؟"

میں نے جواب دیا:

"جب میں عنبر ناگ ماریا کی کہانی نہیں لکھ رہا ہوتا اور سو رہا ہوتا ہوں تو تم لوگوں کو خواب میں دیکھتا رہتا ہوں۔ تم جہاں جہاں جا رہے ہوتے ہو، جو جو کر رہے ہوتے ہو۔ میں انہیں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔"

کیٹی نے جھٹ سوال کیا:

"تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ عنبر ناگ ماریا اس وقت کہاں ہوں گے؟ مجھے تو فرعون کی ممی کا ڈھانچہ اپنے تابوت میں گھسیٹ کر لے گیا تھا اور پھر میں اسی وقت غائب ہو گئی جب۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا:

"جب جابر فرعون کی ممی تمہاری روح کو اپنے جسم میں داخل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"ہاں۔ تمہیں تو سب کچھ معلوم ہے۔"

میں نے کہا:

"کیوں نہ ہو کیٹی۔ میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ میں سوتے ہوئے بھی تم لوگوں کے خواب دیکھتا ہوں اور کبھی کبھی تو تم میں سے کوئی نہ کوئی خود آ کر مجھے اپنی کہانی بیان کر جاتا ہے۔"

کیٹی کہنے لگی:

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ عنبر ناگ اور ماریا اس وقت کہاں ہوں گے؟"

میں نے کہا:

"کیٹی! شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ کون کس جگہ پر ہے اور کس کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ مثلاً اس وقت مجھے معلوم ہے عنبر ناگ ماریا کس طرف کو سفر کر رہے ہیں مگر عنبر ناگ ماریا کی داستان کے کچھ اصول ہیں۔ یہ ایک سچی اور تاریخی کہانی ہے اور پراسرار بھی ہے۔ مجھے اجازت نہیں ہے کہ میں وقت سے پہلے اس کہانی کے کسی راز کو فاش کر دوں۔ اس لیے مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افسوس ہے کہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ عنبر ناگ ماریا اس وقت کہاں ہیں۔"

کیپٹی ناامید ہو کر بولی:

"خیر — تمہارے اصول تمہیں سلامت رہیں، لیکن تمہاری باتوں سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ عنبر ناگ ماریا اس وقت سفر میں ہیں کسی مشکل میں کسی مصیبت میں نہیں پھنسے ہوئے۔"

میں نے کہا:

"اگر تم نے اتنا اندازہ لگا لیا ہے تو تمہیں اس کا حق پہنچتا ہے۔ اس سے زیادہ نہ میں تمہیں کچھ بتا سکتا ہوں اور نہ تم مجھ سے پوچھ سکتی ہو۔"

کیپٹی نے چپ ہو کر سر جھکا لیا۔

میں نے کہا:

"مجھے معلوم ہے کہ تم کھانے پینے اور سردی گرمی کی محتاج نہیں ہو۔ لیکن پھر بھی تم میری مہمان ہو اور میرا فرض ہے کہ تم سے پوچھوں کہ تم چائے پیو گی؟"

کیپٹی نے کہا:

"تمہاری بیوی کو پتہ چل گیا کہ تمہارے کمرے میں

ایک غیر عورت بیٹھی ہے تو وہ کیا کہے گی؟"

میں نے جواب دیا:

"میری بیوی دوسرے کمرے میں سو رہی ہے۔ اس کو تمہارے بارے میں علم نہیں ہوا۔"

لیکن میرا خیال غلط تھا۔ اچانک ساتھ والے سے میری بیوی کی آواز آئی:

"آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں؟"

اس طرح کے حالات ایک بار واشنگٹن میں بھی پیدا ہو گئے تھے جب ناگ مجھ سے ملنے وہاں میرے اپارٹمنٹ میں آیا تھا۔ اس وقت میں نے اپنی بیوی کو جو جواب دیا تھا وہی جواب اس وقت میں نے دیا اور کہا:

"میں عنبر ناگ ماریا کی کہانی لکھ رہا ہوں اور تمہیں معلوم ہے کہ کبھی کبھی میں لکھتے لکھتے اپنے کرداروں سے باتیں بھی کرنے لگ جاتا ہوں۔ اس وقت میں کیپٹی سے باتیں کر رہا ہوں۔"

بیوی کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی:

"آرام کریں اس وقت۔ رات بہت ہو گئی ہے۔"

میں نے کہا:

"او کے ڈارلنگ۔ نو پرابلم۔ سو رہا ہوں۔"

میں نے سرگوشی میں کیٹی سے کہا:

"تم بھی آرام کرو کیٹی۔ صبح کوئی فیصلہ کریں گے کہ تم عنبر ناگ ماریا سے ملنے سے پہلے کہاں رہو!"

میں نے کیٹی کو اپنے پلنگ پر لٹا دیا اور خود قالین پر کمبل لے کر سو گیا۔ تھوڑی سی رات باقی رہ گئی تھی۔ مگر مجھے گہری نیند آ گئی اور جب آنکھ کھلی تو دن کے سات بج رہے تھے اور کیٹی پلنگ پر سے غائب تھی۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھا۔ کمرہ خالی تھا باتھ روم میں سے کیٹی کے منہ دھونے اور دانت صاف کرنے کی آواز سنائی دی۔

اتنے میں میری بیوی اندر آ گئی اور مجھے قالین پر لیٹے دیکھ کر بولی:

"یہ آپ قالین پر کس لیے سو رہے ہیں؟"

میں نے کہا:

"اصل میں یہیں بیٹھا عنبر ناگ ماریا کی کہانی رات کو لکھ رہا تھا بس یہیں سو گیا۔"

غسل خانے میں سے پانی کے چھینٹوں کی آواز آئی تو میری بیوی نے چونک کر دیکھا اور کہا:

"اندر کون ہے؟"

میں تو سُن ہو کر رہ گیا۔ باتھ روم میں بھی کیٹی نے میری بیوی کی آواز سن لی تھی۔ وہ بھی خاموش ہو گئی۔ پانی کے چھینٹوں کی آواز آنی بند ہو گئی۔ میری بیوی نے آگے بڑھ کر باتھ روم کے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا:

"کون ہے اندر؟"

میں نے کہا:

"بیگم تمہیں تو یونہی وہم ہو رہا ہے۔ اندر کوئی نہیں ہے۔"

"لیکن ابھی ابھی اندر سے آواز آ رہی تھی جیسے کوئی منہ دھو رہا ہے۔"

پھر اس نے باتھ روم کا دروازہ ایک دم سے کھول دیا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں جانتا تھا کہ اندر سے کیٹی نکلے گی اور بیوی کے سامنے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا کہ میں نے یہاں کیٹی کو چھپایا ہوا تھا اور بیوی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ مگر بیوی کے چلانے کی آواز نہ آئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو باتھ روم خالی تھا۔ کیٹی کی چٹکی کام آ گئی تھی۔ وہ چٹکی بجا کر ننھی سی مکھی بن کر باتھ روم کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

میری بیوی نے سر جھٹک کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حد ہو گئی ہے۔ جب سے آپ نے عنبر ناگ ماریا کا سلسلہ لکھنا شروع کیا ہے یہ گھر آسیب زدہ ہو گیا ہے اور آپ بھی عنبر ناگ ماریا کا ایک کردار بن گئے ہیں۔ گھر میں عجیب عجیب آوازیں آتی ہیں۔ آپ راتوں کو ان دیکھے انسانوں سے باتیں کرتے ہیں۔ میں تو تنگ آ گئی ہوں۔"

میں نے ہنس کر کہا:

"تمہیں وہم ہو رہا ہے بیگم۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

بیگم بڑبڑاتی ہوئی میرے کمرے سے نکل گئیں۔ میں جلدی سے اٹھ کر باتھ روم میں آ گیا اور دیکھا کر دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ایک مکھی میری طرف غور سے دیکھ کر اپنی دونوں اگلی ٹانگیں رگڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں انسانی آنکھوں کی چمک تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہی کیٹی ہے۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ بالکل نہ اڑی۔ میں نے اسے مٹھی میں لے کر اپنی الماری کے اندر کتابوں کے پیچھے چھپا دیا اور آہستہ سے کہا:

"کیٹی! تم اسی جگہ تھوڑی دیر آرام کرو۔ میں نہا کر تیار ہو لوں۔"

جونہی میں نے الماری میں سے سر باہر نکالا میری بیگم پیچھے کھڑی تھیں۔

"یہ آپ کس سے الماری میں منہ ڈالے باتیں کر رہے تھے؟"

میں شرمندہ ہو کر مسکرایا اور بولا:

"ہی ہی ہی۔ دراصل میں ناگ کے کردار کو کہہ رہا تھا کہ اب ہرگز ہرگز کتاب میں سے باہر نہ نکلنا نہیں تو میری بیگم تمہیں پکڑ کر بھون کر کھا جائے گی۔"

"اللہ معافی! خدا بچائے اس سانپ کے بچے سے یہ ناگ واگ اپنے پاس ہی رکھیں آپ۔"

اور میری بیگم دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔

میں نے غسل کر کے ناشتہ کیا۔ کپڑے بدلے اور کیٹی کو مکھی کی شکل میں اپنے گرم کوٹ کی جیب میں ڈال کر گھر سے نکل دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مجھے ریڈیو سٹیشن جانے سے پہلے ٹی وی سٹیشن ایک ضروری کام سے جانا تھا۔ کیٹی میری جیب میں مکھی بن کر آرام سے بیٹھی ہوئی تھی اور میں ٹی وی سٹیشن میں اپنے دوست کے کمرے میں بیٹھا چائے پیتے ہوئے اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ کیٹی مکھی کی شکل میں میرے کوٹ کی جیب سے نکل کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری چائے کی پیالی کے پاس بیٹھی مجھے منہ زور نظروں سے تک رہی تھی۔ میرے دوست نے مکھی کو دیکھا تو اخبار تہہ کر کے زور سے میز پر مارا۔ میں اسے منع کرتے ہی رہ گیا۔ میرا سانس اوپر کا اوپر رہ گیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ مکھی مری نہیں تھی، وہ اڑ گئی تھی۔

میرے دوست نے کہا:

"یہاں بھی اب مکھیاں آنے لگی ہیں۔ مگر تم مجھے اسے مارنے سے کیوں منع کر رہے تھے؟"

میں نے کہا:

"یار میں مکھیاں نہیں مارنا چاہتا۔ مارتا ہے تو شیر کو ماروں گا۔"

میرا دوست ہنس دیا۔ مگر مجھے اب کیپٹی کی فکر پڑ گئی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ کیوں کہ کمرے میں وہ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے دوست سے اجازت لے کر باہر نکلنے لگا تو میں نے ایک مکھی کو باہر ریڈیو سٹوڈیوز کی طرف جاتے دیکھا۔ میں مکھی کے پیچھے بھاگا۔ ایک دوست نے مجھے دیکھا اور دور سے آواز دی:

"حمید صاحب! خیر تو ہے۔ کہاں بھاگے جا رہے ہیں؟"

میں رک کر آہستہ آہستہ چلنے لگا اور کھسیانا سا ہو کر بولا:

"یار قریشی کے کمرے میں میرا فون آیا ہے۔ اس لیے جلدی جا رہا تھا۔"

اس نے کہا:

"مگر قریشی کے کمرے پر تو تالا پڑا ہوا ہے۔"

اب میں اسے کیا جواب دیتا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ آدمی اگر ایک جھوٹ بول دے تو پھر اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے اور جھوٹ پر جھوٹ بولنا چلا جاتا ہے۔ میں نے ترچھی آنکھ سے دیکھا کہ وہی مکھی سٹوڈیوز کی طرف اڑتی ہوئی جا رہی ہے۔ میں بھی لپک کر سٹوڈیوز میں آ گیا۔ یہاں پنجابی ڈرامے "کاغذ دا دیوا" کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ اس ڈرامہ سیریز کا پروڈیوسر میرا دوست تھا۔ اس نے مجھے اپنے برابر کرسی پر بٹھایا اور خوش ہو کر بولا:

"ذرا یہ سین دیکھیں۔ میں اسے بڑی محنت سے شوٹ کر رہا ہوں۔"

مگر میں تو مکھی کی تلاش کر رہا تھا۔ سین شروع ہو گیا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میری مکھی یعنی کیپٹی ٹی وی ڈرامے "کاغذ دا دیوا" کی اللہ معافی کہنے والی لڑکی کی ناک پر جا کر بیٹھ گئی ہے۔ اس لڑکی نے ناک پر سے مکھی اڑانے [illegible]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اللہ معافی! ایہہ مکھی کتھوں آ گئی اے۔ میں نے کدی نک تے مکھی نہیں بین دتی۔"

کیٹی مکھی اس کی ناک پر سے اُڑ گئی۔ پروڈیوسر نے ہنس کر میرے کان میں کہا:

"اس مکھی کی وجہ سے بڑا اچھا مکالمہ ہو گیا ہے۔"

سین شوٹ کیا جا رہا ہے۔ اداکاروں پر روشنیاں پڑ رہی تھیں۔ کیمرہ مین کی فلم اتار رہا تھا کہ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بکری اللہ معافی کہنے والی لڑکی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی ہے اور اس کا کرتہ منہ میں ڈال کر چبانے لگی ہے۔ وہ لڑکی بھی حیران رہ گئی کہ یہ بکری کہاں سے آ گئی۔ پروڈیوسر، کیمرہ مین اور دوسرے آرٹسٹ بھی حیران تھے کہ یہ بکری پہلے تو وہاں نہیں تھی۔ اچانک کہاں سے آ گئی! مگر میں جانتا تھا کہ یہ سب کیٹی کی چٹکی کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں بھی خاموش رہا۔ پروڈیوسر شوٹنگ روکنے کا اشارہ کرنے ہی والا تھا کہ لڑکی نے ناک پر ہاتھ رکھ کر اونچی آواز میں کہا:

"اللہ معافی! پہلے مکھی آئی سی ہن اے بکری کتھوں آ گئی اے۔ میرا کرتہ کھان لگی اے۔"

اور اس نے جلدی سے بکری کے منہ سے اپنے کرتے کا کونہ چھڑوا لیا۔ پروڈیوسر نے وہیں کٹ کہہ کر شوٹنگ رکوا

دی۔ سب اس بکری کے پیچھے پڑ گئے۔ بکری بھاگ کر میرے پاس آ گئی۔ کیوں کہ وہ تو کیٹی تھی اور مجھے پہچانتی تھی۔ بکری میری طرف منہ کر کے زور زور سے مے مے کرنے لگی۔ سب ہنسنے لگے۔

اللہ معافی والی لڑکی نے کہا:

"اللہ معافی! مجید صاحب تسی کہدوں توں بکری رکھنی شروع کر دتی اے۔"

میں نے کھانس کر کہا:

"بالکل نہیں۔ میں تو اس بکری کو نہیں جانتا خدا جانے کہاں سے آ گئی ہے۔"

بکری نے زور سے مجھے ٹکر ماری اور باہر کو نکل بھاگی۔ سب قہقہہ لگا کر ہنسے۔

لڑکی نے کہا:

"اللہ معافی! بکری نے آپ کی گل سن لئی اے۔"

میں اُٹھ کر بکری کے پیچھے بھاگا۔ سارا ٹیلی ویژن سٹیشن ڈھونڈ مارا مگر بکری یعنی کیٹی کا کہیں پتہ نہ چل رہا تھا۔ بکری تو ایسے غائب ہوئی تھی کہ جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں۔ میں پریشان ہو گیا کہ اگر بکری کسی قصائی کے ہاتھ لگ گئی اور عین وقت پر کیٹی کی چٹکی دھوکہ دے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی تو کیا ہوگا؟ قصائی تو بکری کو ذبح کر کے اس کا گوشت چالیس روپے سیر کے حساب سے بیچ ڈالے گا اور کھال یتیم خانہ والوں کو دے دے گا یا خود اس کا کوٹ بنا کر پہن لے گا۔ ڈی ڈی سٹیشن سے نکل کر میں کیٹی یعنی بکری کو تلاش کرتا ہوا تملہ پہاڑی کی طرف آگیا۔ ایک دم میری نظر ایک آدمی پر پڑی جو شکل صورت سے ہی قصائی لگتا تھا اس نے ایک بکری کو اٹھا رکھا تھا۔ بکری زور زور سے مے مے کر رہی تھی اور وہ اسے لے کر تیز تیز چل رہا تھا۔ میں بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔ میں نے بکری کو پہچان لیا۔ یہ کیٹی ہی تھی۔ کیوں اس کی آنکھوں میں انسانی آنکھوں ایسی چمک تھی۔ میں نے اس قصائی کی گود سے بکری چھیننی چاہی تو اس نے شور مچا دیا۔

"لوگو! یہ بابو صاحب مجھ سے میری بکری چھین رہے ہیں؟"

میں نے کہا:

"یہ تمہاری نہیں میری بکری ہے۔ لاؤ اسے میرے حوالے کرو۔ نہیں تو میں تمہیں تھانے لے چلوں گا۔"

قصائی نے لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور بولا:

"بھائیو! یہ میری بکری ہے۔ میں نے چند روز پہلے

اسے خریدا تھا۔ یہ بابو صاحب پاگل ہو گئے ہیں۔ بھلا کوئی سوٹ بوٹ والا آدمی بکری کو ساتھ لے کر چلتا ہے؟"

سب لوگ مجھے الٹا شرمندہ کرنے لگے کہ کیوں اس غریب پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں آپ۔ یہ بکری اسی کی ہے۔ میں لاجواب ہو گیا۔ کیا جواب دیتا۔ سارے لوگ قصائی کے ساتھ ہو گئے تھے۔ قصائی بھی بڑا مکار اور ہوشیار تھا۔ اس نے فوراً ایک خالی رکشے کو کھڑا کیا۔ اس میں بکری کو لے کر بیٹھا اور رکشہ گڑھی شاہو کی طرف روانہ ہو گیا بکری کے رونے اور زور زور سے مے مے کرنے کی آوازیں ابھی تک مجھے آ رہی تھیں۔ یہ بات یقینی تھی کہ کیٹی کی چٹکی میں ایک بار پھر نقص پیدا ہو گیا ہے اور وہ چٹکی بجا کر دوبارا لڑکی یا انسانی شکل اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے اور تو کچھ نہ سوجھی جلدی سے ایک خالی رکشے میں بیٹھا اور اسے کہا:

"اس اگلے رکشے کا پیچھا کرو، جلدی کرو"

رکشہ ڈرائیور بولا:

"بابو صاحب کیا وہ آپ کی جیب کاٹ کر بھاگ گیا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے کہا:

"نہیں۔ وہ میری بکری لے کر بھاگ رہا ہے۔"

رکشے والا ہنسا اور بولا:

"بابو جی! آپ بکری لے کر بازار میں کیوں آ گئے تھے۔"

میں نے کہا:

"تم زیادہ باتیں نہ کرو اور رکشے کا پیچھا کرو۔ میں تمہیں دس روپے دوں گا۔"

رکشا والا شوں کر کے بکری والے رکشے کی تلاش میں نکل پڑا۔ کوئین میری کالج کے پاس جا کر میں نے دیکھا کہ بکری والا رکشا آگے آگے جا رہا تھا۔ اب میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ قصائی ریلوے پل پر سے گذر کر ایک غریب آبادی میں آ کر رک گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ ایک بار پھر لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ میں کہہ رہا تھا بکری میری ہے۔ قصائی کہہ رہا تھا بکری میری ہے اور بکری مے مے کر رہی تھی۔ میری طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ شور مچا رہی تھی۔ لیکن وہ اس قصائی کا اپنا محلہ تھا۔ میری کوئی نہیں سن رہا تھا۔ سب مجھے جھوٹا کہہ رہے تھے۔ آخر مجھے وہاں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ میں پرے ہٹ کر ایک جگہ دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا اور بڑی

بے بسی کے ساتھ کیٹی لبنی اپنی بکری کو دیکھنے لگا کہ خدا جانے اب اس کا کیا حشر ہونے والا ہے۔ اس کا جو حشر ہونے والا تھا اس کا مجھے علم تھا۔ قصائی نے بکری کو لبنی کیٹی کو مکان کے باہر نلکے کے نیچے کھرے میں لٹا دیا اور بیٹے سے کہا:

"جیرا! او نے جیرا! چھری لاؤ۔ آج تمہیں بکری کے پائے کھلاؤں گا۔"

اس کا بیٹا جیرا چھری لے کر آ گیا۔ قصائی چھری کو تیز کرنے لگا۔ بکری کو اس نے اپنے گھٹنے کے نیچے دبا رکھا تھا جس کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور گھبرا کر کہا:

"خدا کے لیے اس بکری کو ذبح نہ کرو۔ میں اس کے بدلے تمہیں پانچ سو روپے دینے کو تیار ہوں۔"

قصائی نے چھری لہرا کر کہا:

"بابو یہاں سے چلے جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں بھی اس کے ساتھ ہی حلال کر دوں گا۔"

میں پریشان ہو گیا۔ قصائی نے چھری کیٹی بکری کی گردن پر رکھی اور کلمہ شریف پڑھ کر چھری چلا دی۔ میں نے جلدی سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ لیکن بکری کی بجائے قصائی کی بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ میں نے جلدی سے گردن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھما کر دیکھا اور خوف سے میرے سر کے بال کھڑے ہو گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نکلے کے پیچھے کھڑے میں جہاں قصائی نے بکری کیٹی کو دبوچ رکھا تھا وہاں اب ایک دہشت ناک مگرمچھ نے اپنے لمبے لمبے دانتوں والے جبڑے میں قصائی کو دبوچ رکھا ہے اور قصائی چیخیں مار رہا ہے اور مگرمچھ کے حلق سے شوں شوں کی خوفناک غضبیلی آوازیں نکل رہی ہیں۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ کیٹی کی جان بچ گئی تھی اور کیٹی کی چھڑی عین وقت پر ٹھیک ہو گئی تھی، لیکن اب مجھے قصائی کی جان کی فکر پڑ گئی میں لپک کر مگرمچھ کے پاس گیا۔ لوگ ڈر کر بھاگ گئے۔ محلے عورتوں نے چیخیں مارتے ہوئے مکانوں کے دروازے بند کر لیے تھے۔

میں نے مگرمچھ سے کہا:

"کیٹی! کیٹی! اسے چھوڑ دو۔ چھوڑ دو اسے۔"

مگرمچھ نے اپنے جبڑوں میں قصائی کو زور سے اوپر اچھالا اور پرے گرا دیا۔ قصائی کا جسم زخمی ہو گیا تھا پھر بھی وہ اٹھا اور خوف کے مارے بھاگ کھڑا ہوا۔ میں بھی مگرمچھ سے ڈر رہا تھا کہ کہیں یہ مجھے بھی زخمی نہ کر دے۔ اگرچہ مجھے یقین تھا کہ یہ کیٹی ہی ہے لیکن پھر بھی مجھے خطرہ تھا کہ وہ غصے کی حالت میں ہے اور کہیں مجھ پر حملہ نہ کر دے۔ مگرمچھ یعنی کیٹی ہانپ رہا تھا۔ اب سوال یہ تھا

کہ اتنے بڑے مگرمچھ کو لے کر میں اپنے گھر کیسے جا سکتا تھا اور میں کیٹ کو اکیلا بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

مگرمچھ رینگتا ہوا درختوں کی طرف چلنے لگا۔ ادھر ایک چھوٹی سی نہر بہہ رہی تھی، مگرمچھ یعنی کیٹی نے نہر میں چھلانگ لگا دی۔ اب وہاں بہت لوگ جمع ہو گئے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ یہ مگرمچھ اس طرف کہاں سے آ گیا۔ پولیس کی گاڑی بھی آ گئی۔ سپاہیوں نے باہر نکل کر رائفلوں کے نشانے باندھ لیے۔ میں پریشان ہو گیا۔ کیوں کہ ان رائفلوں کی گولیاں کیٹی کو ہلاک کر سکتی تھیں۔ اتنے میں مگرمچھ میں ایک اور تبدیلی آ گئی۔ مگرمچھ سب کی نظروں کے سامنے پہلی گولی کے چلتے ہی غائب ہو گیا۔ سپاہی دیکھتے ہی رہ گئے۔ لوگ سہم کر بھاگ گئے۔ وہ مگرمچھ کو کوئی بھوت پریت سمجھ رہے تھے جو اچانک غائب ہو گیا تھا۔ میں نے سکون کا سانس لیا کیوں کہ کیٹ کی چھڑی نے ایک بار پھر اسے بچا لیا تھا۔ مگر اب مجھے یہ فکر لگا ہوا تھا کہ کیٹی غائب ہو کر کہاں گئی ہے۔

میں اسی فکر میں تھا کہ اچانک "بھیں بھیں" کی آواز آئی اور میں نے دیکھا کہ ایک شہد کی چھوٹی مکھی میرے کوٹ کے کالر پر آ کر بیٹھ گئی ہے۔ اس کی آنکھوں میں انسانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکھوں کی چمک تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کیٹی ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا:

"کیٹی! اب روپ نہ بدلنا۔ میں تمہیں گھر لیے جا رہا ہوں۔"

شہد کی مکھی نے اپنا سر آگے پیچھے ہلایا۔ اس کا مطلب تھا کہ شہد کی مکھی میری بات سن رہی تھی مگر وہ انسانی آواز میں جواب نہیں دے سکتی تھی۔ میں وہاں سے نکل کر ریلوے کے پُل پر آ گیا اور پیدل چلنے لگا۔ جب میں ریلوے کی کوٹھیوں کے قریب سے گزرا تو وہاں سوکھے پتوں کو کسی نے آگ لگا رکھی تھی اور دھوئیں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔ میں نے خیال ہی نہ کیا کہ مکھی دھوئیں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ میں دھوئیں میں سے گزر گیا۔ آگے جا کر دیکھا تو میرے کوٹ کے کالر پر شہد کی مکھی کے روپ میں بیٹھی ہوئی کیٹی غائب تھی۔ میں جلدی سے پیچھے مڑا۔ ساری سڑک پر دھواں ہی دھواں پھیلا ہوا تھا۔ شہد کی مکھی کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ خدا جانے وہ کہاں چلی گئی تھی۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا مگر کیٹی مجھے نہ مل سکی۔

میں ناکام ہو کر واپس اپنے گھر سمن آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔

اُدھر شہد کی مکھی کی شکل میں کیٹی دھوئیں کے بادل میں گھبرا کر اُڑی تو دھوئیں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اس کا سانس بند ہونے لگا۔ وہ اڑتی چلی گئی۔ آخر جب وہ کھلی ہوا میں آئی اور اس کا سانس درست ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک باغ میں اڑی جا رہی ہے۔ اتفاق سے اس باغ کے ایک گنجان درخت میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ تھا۔ جونہی اس چھتے کی مکھیوں نے ایک اجنبی مکھی کو اپنے علاقے میں داخل ہوتے دیکھا انہوں نے اس پر حملہ کر دیا۔

کیٹی گھبرا گئی۔ وہ اتنی زیادہ شہد کی مکھیوں کے خوفناک حملے کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ غوطہ کھا کر نیچے کی طرف آ گئی اور اس نے دل میں اپنی ہی شکل کا خیال لا کر دل ہی دل میں چٹکی بجائی۔ اسے بہت کم امید تھی کہ وہ اپنی اصلی شکل میں واپس آ جائے گی۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ اپنی اصلی شکل میں آ گئی تھی۔ یعنی وہ خلائی لڑکی کیٹی بن گئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو چونک پڑی۔ اس کی آنکھیں چوکور ہو گئی تھیں۔ چوکور آنکھیں لاہور شہر میں اس کے لیے پریشانی پیدا کر سکتی تھیں۔ شہد کی مکھیوں نے کیٹی پر حملہ کر دیا۔ مگر کیٹی نے کوئی جوابی حملہ نہ کیا۔ شہد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی مکھیوں سے بچنے کی کوشش نہ کی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ خلائی لڑکی بن جانے سے اس کے خون میں جو خلائی سیارے کے خاص تیزابی مادے ہیں وہ شہد کی مکھیوں کو ہلاک کر دیں گے۔

اور ایسا ہی ہوا۔ جونہی شہد کی مکھیوں نے کیٹی کو کاٹا وہ مر مر کر گرنے لگیں۔ اپنی ساتھی مکھیوں کو مرتے دیکھ کر دوسری شہد کی مکھیاں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ کیٹی کو مکھیوں کے کاٹنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اب اس کی چوکور آنکھیں اس کے لیے مصیبت بن سکتی تھیں۔ وہ باغ میں سے گزرتی ہوئی باہر سڑک پر آ گئی۔ یہ سڑک شالا مار باغ کے سامنے سے گزرتی تھی۔ یہاں ٹریفک بہت زیادہ تھا۔ کیٹی اپنی آنکھوں کے آگے ہاتھ کا چھجہ سا بنائے چل رہی تھی۔ ایک تو وہ نوجوان تھی اور پھر اس کا لباس بھی سفید چمکیلا خلائی تھا۔ لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ کچھ تو اس کے پیچھے لگ گئے۔

کیٹی گھبرا گئی۔ مگر وہ چلتی چلی گئی۔ شالا مار باغ کا دروازہ بند تھا۔ وہ باغبانپورے کی طرف روانہ ہو گئی۔ ایک آدمی نے کیٹی کی چوکور آنکھوں کو دیکھ کر شور مچا دیا۔

"اوے اس کی آنکھیں چوکور ہیں۔ یہ چڑیل ہے

یہ چڑیل ہے۔"

لوگوں نے چڑیل چڑیل کا شور مچا دیا۔ کیٹی پریشان ہو کر بھاگنے لگی۔ لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگے۔ بچوں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ اب کیٹی کو سخت غصہ آ گیا۔ اس نے اپنے دل میں ہاتھی کا خیال جمایا اور چٹکی بجا دی۔ وہ ہاتھی بن کر ان لوگوں کو وہاں سے مار بھگانا چاہتی تھی۔ لیکن اس بار پھر چٹکی دھوکا دے گئی۔

کیٹی ہاتھی بننے کی بجائے دوبارہ ایک چڑیا بن گئی۔ چٹکی نے پھر گڑبڑ کر دی تھی۔ لیکن کیٹی نے شکر کا سانس لیا کہ وہ ان لوگوں سے تو بچ گئی اور وہ بھی اس کے ہاتھوں زخمی ہونے سے بچ گئے۔ کیوں کہ اگر وہ ہاتھی بن جاتی تو ایک آدھ کو تو ضرور زخمی کر دیتی۔ لوگ کیٹی کو غائب ہوتے دیکھ کر دم دبا کر وہاں سے ایسے بھاگے کہ مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ کیٹی چڑیا کے روپ میں اڑتے ہوئے شہر لاہور کے شمال کی طرف اڑنے لگی۔

اڑتے اڑتے وہ ریلوے سٹیشن، میکلوڈ روڈ اور گوالمنڈی کے اوپر سے ہو کر میو ہسپتال کے اوپر آ گئی۔ یہاں اس کے گھنے سرسبز درخت دیکھے تو سوچا کہ کچھ دیر یہاں آرام کر کے سوچنا چاہیے کہ آگے کیا کیا جائے۔ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہسپتال کے ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھ گئی۔ اس کے نیچے ایمرجنسی وارڈ تھا اور یہاں زخمی اور شدید بیمار لوگوں کو لایا جاتا تھا اور انہیں فوراً طبی امداد دی جاتی تھی۔ اتنے میں ایک گاڑی آ کر رکی۔ اس میں سے چند گھبرائی ہوئی عورتوں اور مردوں نے ایک بے ہوش نوجوان کو ہاتھوں پر اٹھا کر باہر نکالا اور اندر لے گئے۔ عورتیں رو رہی تھیں۔ کیبٹی نے سنا۔ ایک عورت کہہ رہی تھی:

"خدا میرے بھائی کو بچا لے۔ میرا ایک ہی بھائی ہے۔"

ایک عورت نے پوچھا:

"بہن! کیا ہو گیا تھا تمہارے بھائی کو؟"

وہ کہنے لگی:

"کیا بتاؤں بہن! دعوت پر گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو گھر میں داخل ہوتے ہی بے ہوش ہو گیا ڈاکٹر نے کہا اس کے جسم میں زہر پھیل گیا ہے اسے جلدی سے ہسپتال لے جاؤ۔"

اور وہ بے چاری بہن رونے لگی۔ اسے اپنے بھائی سے بہت محبت تھی۔ جن بہنوں کا ایک ہی بھائی ہوتا ہے ان کی محبت کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے اور اگر خدا نہ کرے بھائی کو کچھ ہو جائے تو بہنوں کی دنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔ یہی حال اس بہن کا ہو رہا تھا جس کا اکلوتا بھائی

زندگی اور موت کے درمیان لٹکا ہوا تھا۔

کیبٹی درخت کی ٹہنی سے اتر کر ایمرجنسی وارڈ میں آ گئی نوجوان لڑکا بے ہوش پڑا تھا۔ ڈاکٹر اسے ہوش میں لانے کا ٹیکہ لگا رہے تھے۔ پھر اس نوجوان کو ہسپتال کی پہلی منزل کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہ کمرہ پرائیویٹ تھا۔ دوپہر کے بعد جا کر کہیں نوجوان کو ہوش آیا۔ اس کی بہن اور ماں اور باپ نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ کیبٹی بھی خوش ہو گئی۔ وہ کمرے میں سے نکل کر برآمدے میں آ گئی اور پھر سامنے والے چھوٹے سے باغ میں ایک درخت پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنی شکل بدلنے کی ایک بار پھر کوشش کرے اور اپنی شکل تبدیل کر کے عنبر ناگ ماریا کے مصنف سے اجازت لے اور لاہور سے کسی دوسرے شہر کی طرف کوچ کر جائے۔

دو آدمی جنہوں نے آدھے چہرے گلوبند سے ڈھانپ رکھے تھے وہاں آ کر دھوپ میں بیٹھ گئے۔

ایک آدمی نے کہا:

"اسے تو ہوش آ گیا ہے۔"

دوسرا بولا:

"پھر کیا ہوا ہم اسے دوبارہ ہلاک کر سکتے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلا کہنے لگا:
"مگر اب ہسپتال میں ایسا کرنا بہت مشکل ہے اب تو یہی ہے کہ وہ ٹھیک ہو کر گھر واپس آئے تو اسے موقع پا کر قتل کر دیں گے"
کیپٹی چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا، دوسرا آدمی بولا:
"ہم اتنا انتظار نہیں کر سکتے۔ میں اسے ہسپتال میں بھی ہلاک کر سکتا ہوں"
"وہ کیسے؟" پہلے آدمی نے پوچھا۔
"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں آج رات ہی اس کا کام تمام کر دوں گا"
"مگر اس کے سارے گھر والے کمرے میں موجود ہیں"
"دیکھ لوں گا"

وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ہسپتال سے باہر نکلے اور ایک گاڑی میں بیٹھ کر کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئے کیپٹی ان کی گاڑی کے اوپر اڑتے ہوئے ان کا برابر پیچھا کر رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ لوگ اسی نوجوان کو قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں جو اپنی بہن کا اکلوتا بھائی ہے اور جسے ابھی ابھی ہسپتال لایا گیا ہے۔ کیپٹی نے اسے ان قاتلوں سے بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا!!

زہر کا ٹیکہ

قاتلوں کی گاڑی ایک ویران جگہ پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ یہاں ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ جس میں دونوں آدمی داخل ہو گئے۔ کیپٹی باہر ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھ کر ان کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں باہر نکل آئے۔ ان میں سے اس آدمی نے ڈاکٹر والا سفید لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ جس نے کہا تھا کہ میں آج ہی رات کو ہسپتال میں نوجوان کا کام تمام کر دوں گا۔ اس نے چھوٹی سی ڈاڑھی لگا کر اپنا حلیہ بھی بدل لیا تھا۔ مگر کیپٹی نے اسے صاف پہچان لیا تھا۔ کیوں کہ اس کی آنکھیں خلائی تھیں۔ دونوں گاڑی میں سوار ہو کر واپس ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیپٹی ان کے ساتھ ساتھ تھی۔ ہسپتال سے تھوڑی دور مال روڈ کی طرف یہ لوگ گاڑی سے اتر کر ایک ہوٹل میں جا کر چائے پینے لگے۔ ہوٹل کا دروازہ شیشے کا تھا اور بند تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیٹی چڑیا کے روپ میں اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ باہر ہی ایک جگہ دکان کے اوپر لگے بورڈ پر بیٹھ کر ان کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی۔ اتنی دیر میں شام ہو گئی۔ جب اندھیرا پھیل گیا تو دونوں آدمی باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھے اور میو ہسپتال میں آ گئے۔ گاڑی ایک طرف اندھیرے میں کھڑی کر کے نقلی ڈاکٹر باہر نکل آیا۔ وہ نقلی داڑھی پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیر رہا تھا۔ وہ گاڑی کی کھڑکی میں منہ ڈال کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا:

"تم یہاں سے سیدھے گوجرانوالہ چلے جاؤ۔ میں یہیں رہوں گا۔ گاڑی اسی جگہ رہنے دینا۔ تم بس میں سوار ہو کر چلے جانا۔"

گاڑی میں بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا:

"کام ہوشیاری سے کرنا۔ ویسے تم پہچانے نہیں جاتے بالکل ڈاکٹر لگتے ہو۔"

نقلی ڈاکٹر بولا:

"تم فکر نہ کرو۔"

"تمہارے پاس زہر کا ٹیکہ موجود ہے نا"

"ہاں۔ اسے میں کس طرح بھول سکتا ہوں"

اور نقلی ڈاکٹر اپنے لمبے سفید کوٹ کی جیب میں ہاتھ

ڈالے ہسپتال کی طرف چل پڑا۔ کیٹی اب اڑ کر ہسپتال کے اندر چلی گئی اور برآمدے میں سے گزرتے ہوئے سیدھی بہن کے اکلوتے بھائی کے پرائیویٹ کمرے کے باہر آ گئی۔ کمرہ بند تھا۔ کیٹی چڑیا کی شکل میں تھی اس لیے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں اپنی اصلی شکل کا تصور کر کے چٹکی بجانے کا خیال کیا مگر وہ چڑیا ہی بنی رہی۔ وہ اندر جا کر بہن کے اکلوتے بیمار بھائی کو خبردار کرنا چاہتی تھی کہ وہ خبردار ہو جائے ایک آدمی نقلی ڈاکٹر کے بھیس میں اسے قتل کرنے آ رہا ہے مگر وہ اپنی شکل پر نہیں آ رہی تھی۔ چڑیا کی شکل میں وہ کسی سے بات نہیں کر سکتی تھی۔ کیٹی یہی کچھ سوچ رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ اندھیرے برآمدے میں وہی قاتل نقلی ڈاکٹر چلا آ رہا ہے۔ اس کی جیب میں زہر کا ٹیکہ تھا۔ کیٹی پریشان ہو گئی۔ وہ ہر حالت میں پرائیویٹ کمرے میں نیم بے ہوش نوجوان کو بچانا چاہتی تھی مگر اس کی چٹکی کام نہیں کر رہی تھی۔ قاتل نقلی ڈاکٹر پرائیویٹ کمرے کے قریب آ کر رک گیا۔ اس نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے نوجوان کی بہن نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نقلی ڈاکٹر نے کہا:

"محترمہ! میں مریض کو چیک کرنے آیا ہوں۔"

بہن نے کہا:

"آ جایئے ڈاکٹر صاحب۔"

اب تو کیٹی بہت زیادہ پریشان ہو گئی۔ اس کو معلوم تھا کہ یہ نقلی ڈاکٹر اندر جاتے ہی بہن کے اکلوتے بیمار بھائی کو زہر کا ٹیکہ لگا دے گا اور اس کی بہن اسے منع بھی نہیں کر سکے گی۔ کیوں کہ وہ تو اسے اصلی ڈاکٹر سمجھ رہی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ ڈاکٹر کی شکل میں ایک قاتل اندر آ گیا ہے۔

کیٹی نے دل میں اپنے جن دوست کو یاد کر کے اسے درخواست کی کہ خدا کے لیے میری مدد کرو۔ یہاں ایک معصوم بہن کے اکلوتے بھائی کی زندگی کا سوال ہے اور اس کے ساتھ ہی کیٹی نے اپنے ذہن میں ایک فوجی کیپٹن کا تصور جمایا اور دل ہی دل میں چٹکی بجا دی اس دفعہ چٹکی نے اسے دھوکہ نہیں دیا تھا۔ شاید اس کے جن دوست کے دل میں رحم آ گیا تھا اور وہ بھی بہن کے اکلوتے بھائی کو بچانا چاہتا تھا۔ چٹکی کے بجانے کے خیال کے ساتھ ہی کیٹی یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ

وہ ایک فوجی کیپٹن کی وردی میں کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ پستول اس کی پیٹی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ کیٹی وقت ضائع نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دھڑاک سے دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ نوجوان بستر پر لیٹا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں اس کی بہن پاس ہی کھڑی اس کی صحت کے لیے دعا مانگ رہی ہے اور نقلی ڈاکٹر نوجوان کے بازو پر سے قمیص ہٹا کر زہر کا ٹیکہ لگانے ہی والا ہے۔

کیپٹن کیٹی نے اندر جاتے ہی پستول نکال کر للکارتے ہوئے کہا:

"ہینڈز اَپ! خبردار جو ٹیکہ لگایا۔"

نقلی ڈاکٹر نے اپنے سامنے ایک فوجی کیپٹن کو اپنے سامنے پستول تانے کھڑے دیکھا تو وہ گھبرا گیا۔ جلدی سے ٹیکہ لگانا چاہتا ہی تھا کہ کیپٹن کیٹی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے زہریلے ٹیکے کا سرنج چھین لیا۔

نوجوان کی بہن کا رنگ اڑ گیا تھا:

"کیا بات ہے جناب؟"

بے چاری نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

کیپٹن کیٹی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ابھی بتاتا ہوں:"

پھر اس نے نقلی ڈاکٹر کی گردن پر زور سے مکا مارتے ہوئے کہا:

"ہاتھ اوپر۔ اور اوپر اٹھا کر خاموشی سے دیوار کے ساتھ لگ جاؤ۔"

نوجوان ابھی تک آنکھیں بند کیے بے ہوش تھا۔ اس کی زندگی خدا نے بچا لی تھی۔ اور نقلی ڈاکٹر اسے زہر بھرا ٹیکہ نہیں لگا سکا تھا۔ کیپٹن کیپٹی نے نوجوان کی بہن سے کہا:

"جلدی سے ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ اور دوسرے ڈاکٹروں کو یہاں بلاؤ۔ جلدی جاؤ۔"

بے چاری ڈری ہوئی لڑکی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر ایک فوجی کیپٹن کو سامنے دیکھ کر وہ جلدی سے باہر چلی گئی۔ اب کمرے میں نقلی قاتل ڈاکٹر اور کیپٹن کیپٹی رہ گئے تھے۔

کیپٹن کیپٹی نے اسے گھورتے ہوئے کہا:

"تم نے اپنے ساتھی سے مل کر پہلے بھی اس نوجوان کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر بچ گئے۔ لیکن اس بار تم بچ کر کہیں نہیں جا سکو گے۔ یہ زہر والا ٹیکہ اور تمہارا نقلی ڈاکٹر کا لباس

اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ تم اس بے گناہ نوجوان کو قتل کرنے آئے تھے۔"

نوجوان کی بہن نے جب ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ اور اور دوسرے ڈاکٹروں کو جا کر بتایا کہ ان کے کمرے میں ایک فوجی کیپٹن پستول لے کر آیا ہوا ہے اور اس نے ایک ڈاکٹر کو ہینڈز اپ کرایا ہوا ہے اور وہ لوگ بھاگتے ہوئے کمرے میں آ گئے۔

کیپٹن کیپٹی نے ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ سے کہا:

"یہ لیجئے ٹیکے کا سرنج۔ دیکھیں چیک کریں کہ اس کے اندر کیا ہے؟ باقی بات میں آپ کو پھر بتاؤں گا۔"

بڑے ڈاکٹر نے پوچھا:

"مگر سر — یہ ڈاکٹر کون ہے؟ اس کو پہلے تو میں نے یہاں نہیں دیکھا۔"

کیپٹن کیپٹی نے کہا:

"یہ نقلی ڈاکٹر ہے اور ٹیکے میں زہر ڈال کر اس نوجوان مریض کو یہاں قتل کرنے کے لیے آیا تھا بتائیں اس ٹیکے میں کیا ہے؟"

سپرنٹنڈنٹ بھی ڈاکٹر تھا۔ اس نے سرنج میں سے دوائی کا ایک قطرہ پلیٹ پر ڈال کر دیکھا دوسرے ڈاکٹروں کو بھی دکھایا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے کہا :

"یہ تو زہر ہے۔ اس میں سائنائیڈ زہر ملا ہوا ہے جو بے حد خطرناک زہر ہوتا ہے۔"

کیپٹن کیٹی نے کہا :

"فوراً پولیس کو بلوائیں اور اس نقلی ڈاکٹر کو اس نوجوان مریض کو قتل کرنے کی کوشش میں گرفتار کریں۔"

اسی وقت پولیس آ گئی اور نقلی ڈاکٹر کو ہتھکڑی لگا کر ساتھ لے گئی۔

نوجوان کی بہن نے کیپٹن کیٹی سے کہا :

"بھائی جان ! میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ آپ نے میرے بھائی کی جان بچا کر ہم سب پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

کیپٹن کیٹی نے پستول جیب میں ڈالتے ہوئے کہا :

"یہ میرا فرض تھا بہن"

کیپٹن کیٹی نے پولیس کو جا کر یہ بھی بتا دیا کہ اس کا ایک ساتھی گوجرانوالہ میں اس کا انتظار کر رہا ہے۔

تھانیدار نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا :

"سر! آپ فکر نہ کریں۔ اس کا باپ بھی بتا دے گا کہ اس کا ساتھی گوجرانوالہ میں کہاں اس کا

انتظار کر رہا ہے۔ ہم اسے بھی گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیں گے۔"

کیپٹن کیٹی بے حد خوش تھی۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ رہا تھا کہ وہ کہاں سے آ گیا تھا۔ اور اسے کیسے پتہ چلا کہ یہ آدمی نقلی ڈاکٹر ہے اور نوجوان کو زہر دینے والا ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہوئی تھی۔ کیونکہ اس سوال کا کیٹی کے پاس کم از کم ان لوگوں کو دینے کے لیے کوئی جواب نہیں تھا۔ کیٹی وہاں سے کھسک کر ہسپتال کے باہر آ گئی۔ یہاں رات کے وقت بتیاں روشن تھیں۔ ملٹری پولیس کے دو آدمی پھر رہے تھے۔ ان میں سے ایک ملٹری پولیس والے نے کیٹی کے پاس آ کر سلیوٹ کیا اور پوچھا :

"سر! کوئی خدمت ہو تو حکم کریں؟"

کیپٹن کیٹی نے کہا :

"شکریہ جوان ! سب ٹھیک ہے۔ فکر نہیں۔"

دوسرے ملٹری پولیس والے نے آہستہ سے کہا :

"سر! کیا ہم آپ کے کاغذات دیکھ سکتے ہیں؟"

کیپٹن کیٹی کے پاس تو کوئی کاغذات نہیں تھے۔ مثلاً نہ اس کے پاس پے بک تھی اور نہ فوجی شناختی کارڈ تھا۔ جبکہ حکم ہے کہ فوجی یہ دونوں چیزیں ہمیشہ اپنی جیب میں رکھیں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیپٹن کیٹی نے کہا:

"کوئی فکر نہیں جوان۔ ہمارے کاغذات گھر پر پڑے ہیں۔"

فرض شناس ملٹری پولیس کے جوانوں نے کیپٹن کیٹی سے کہا کہ انہیں ان کے ساتھ ملٹری ہیڈ کوارٹر جانا ہو گا۔

کیپٹن کیٹی نے کہا:

"کوئی فکر نہیں جوان۔ ہم تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہے۔"

ملٹری پولیس کے جوان کیپٹن کیٹی کو لے کر اپنی فوجی گاڑی کی طرف بڑھے تو کیٹی نے آنکھیں بند کر کے چٹکی بجا دی۔ اس نے اپنے دماغ میں چڑیا کی شکل کا نقشہ جما لیا تھا۔ چٹکی اس وقت بالکل ٹھیک کام کر رہی تھی۔ کیٹی کیپٹن سے ایک دم چڑیا بن کر پھر سے اڑ گئی۔ ملٹری پولیس کے جوانوں نے جب اپنے درمیان ایک جیتے جاگتے فوجی جوان کو گم ہو کر چڑیا بنتے دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

کیٹی چڑیا بن کر میو ہسپتال کی فضاؤں سے نکل کر مال روڈ کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

اسے اپنے نیچے لاہور کی سڑکوں کی روشنیاں دکھائی

دے رہی تھیں۔ رات کے گیارہ بجنے والے تھے۔ سڑکوں پر ٹریفک ہلکا ہو گیا تھا۔ کیٹی نے اڑتے اڑتے سوچا کہ اسے عنبر ناگ ماریا کے رابرٹ کے گھر سمن آباد میں واپس چلے جانا چاہیے۔ مگر اندھیرے میں اڑتے ہوئے اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ سمن آباد کدھر ہے۔ ایک جگہ اس نے بہت سی روشنیاں دیکھیں۔ وہ سمجھی کہ یہ سمن آباد ہے مگر وہ میکلوڈ روڈ پر رائل پارک کا علاقہ تھا جہاں بے شمار فلم کمپنیوں کے دفتر ہیں اور جو رات کو دیر تک کھلے رہتے ہیں۔ جہاں رات کو جرائم پیشہ بڑے لوگ بھی رہتے ہیں۔

کیٹی ایک جگہ بلڈنگ کی چھت پر اتر آئی۔ یہاں سے وہ سڑک پر آ گئی۔ یہاں ایک اونچی بلڈنگ کے پاس اندھیرا سا تھا۔ کیٹی وہاں آ کر کونے میں بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے دماغ میں اپنی اصلی شکل کا تصور جمایا اور خیال ہی خیال میں چٹکی بجا دی۔ چٹکی اس بار بھی کام آ گئی۔ وہ چڑیا سے جیتی جاگتی نوجوان خوبصورت خلائی لڑکی کیٹی بن گئی۔ اس نے فوراً اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ وہ بہت خوش ہوئی کہ اس کی دونوں آنکھیں چوکور نہیں تھیں بلکہ عام عورتوں کی طرح تھیں۔ وہ اندھیرے سے نکل کر گلی کی روشنی میں آ گئی۔ اسے احساس ہونے لگا کہ وہ سمن آباد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نہیں ہے۔ کیوں کہ سمن آباد میں اس قسم کی گلیاں نہیں تھیں۔ ایک آدمی اس کی طرف آیا تو کیٹی نے اس سے پوچھا:

"بھائی! سمن آباد کہاں ہے؟"

اس آدمی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی بھولی بھٹکی عورت ہے اور بڑا اچھا شکار ہے۔ اس نے کہا:

"بی بی! آپ کو سمن آباد جانا ہے؟"

"ہاں بھائی!" کیٹی نے کہا۔

وہ آدمی بولا:

"میں بھی سمن آباد میں ہی رہتا ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں سمن آباد ہی جا رہا ہوں۔"

کیٹی کو اس آدمی کی شکل پر کچھ شک سا ہوا کہ یہ اچھا آدمی نہیں بلکہ کوئی بدمعاش ہے۔ مگر اسے اپنی چھڑی پر بڑا بھروسہ تھا۔ سوچا کہ یہ میرا کیا بگاڑ لے گا۔ وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ کیونکہ وہ جلد سے جلد عنبرناگ ماریا کے رائٹر کے گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ بدمعاش آدمی کیٹی کو لے کر ایک مکان کی تنگ سی ڈیوڑھی کے پاس آ گیا اور بولا:

"بی بی! میں اپنی بہن کو بھی ساتھ لے لوں۔ اس نے بھی سمن آباد جانا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ گھر میں آ جاؤ یہاں میری بہن رہتی ہے۔"

کیٹی کو اپنی چھڑی پر بڑا اعتماد تھا چنانچہ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کے ساتھ مکان میں داخل ہو گئی۔ یہ بڑا پراسرار مکان تھا۔ اور وہاں سے عجیب سی بدبو آ رہی تھی۔ بدمعاش آدمی نے کیٹی کو ایک کمرے میں لے جا کر بٹھا دیا اور بولا:

"بی بی تم یہاں بیٹھو۔ میں اپنی بہن کو لے آؤں۔"

بدمعاش چلا گیا اور کیٹی کمرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ یہ گندا سا کمرہ تھا۔ پرانا صوفہ پڑا تھا۔ دیواروں پر فلمی ایکٹرسوں کی تصویریں لگی تھیں۔ ایک کمزور سا بلب جل رہا تھا جس کی روشنی بہت ہی مدھم تھی۔ اتنے میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑا ہوا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا:

"بیٹی! میرا نام داراں ہے۔ یہ لو چائے پی لو۔ پھر اکٹھے سمن آباد چلتے ہیں۔"

کیٹی کو محسوس ہو رہا تھا کہ کمرہ بہت ٹھنڈا ہے۔ اس نے سوچا کہ چائے پینے میں کیا حرج ہے۔ اس نے شکریہ کے ساتھ کپ لے لیا اور چائے پینے لگی۔ وہ عورت باہر نکل گئی۔ کیٹی چائے بھی پی رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ اسے جلدی سمن آباد پہنچ جانا چاہیے۔ ابھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے آدھی چائے پی تھی کہ اسے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے پیالی میز پر رکھ دی اور اپنے سر کو ہاتھ کی انگلیوں سے دبایا چکر زیادہ ہو گئے تھے۔

وہ فوراً سمجھ گئی کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور یہ یہ لوگ اسے اپنے جال میں پھانس رہے ہیں۔ اس نے پہلے تو وہاں سے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا اور دروازے کی طرف قدم اٹھایا ہی تھا کہ اس کے دوسرے قدم نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے دونوں پاؤں ایک ایک من کے بھاری ہو گئے تھے۔ اسے چائے میں کوئی خطرناک دوائی ملا کر پلا دی گئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ چل نہیں سکتی اور قدم بھی اٹھا نہیں سکتی تو اس نے چٹکی سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا اور ذہن میں ایک فوجی کیپٹن کا تصور کر کے چٹکی بجا دی۔ مگر میرے خدا! یہ کیا ہو گیا تھا۔ چٹکی کام نہیں کر رہی تھی۔ اس نے دوسری بار، تیسری بار چوتھی بار چٹکی بجائی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ اسی طرح کیٹی کی کیٹی ہی رہی۔ اب وہ گھبرا گئی۔ کیوں کہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ چائے میں اسے جو دوا دی گئی ہے اس کا اثر سارے جسم میں پھیل گیا ہے۔ اس نے ایک بار پھر چٹکی بجائی کچھ نہ ہوا۔

کیٹی نے منہ اوپر اٹھا کر کہا:

"میرے جن دوست! خدا کے لیے میری مدد کرو۔ یہ لوگ خدا جانے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ میں بے ہوش ہو رہی ہوں۔ میری مدد کرو"

مگر جن شاید امریکہ یا ٹمبکٹو چلا گیا ہوا تھا۔ اس نے نہ تو کوئی جواب دیا اور نہ اس کی چٹکی میں اثر پیدا کیا۔

کیٹی بے بس ہو کر صوفے پر گر گئی۔ اس کا سارا جسم سن ہو گیا تھا اور آنکھوں کے آگے دھند چھا رہی تھی۔ اتنے میں وہی بدمعاش آدمی اور عیار عورت دالان اندر آ گئے۔ انہوں نے کیٹی کو ہلا جلا کر دیکھا۔ کیٹی نے انہیں غصے میں کچھ کہنا چاہا مگر اس کی زبان نے ساتھ نہ دیا۔ کیٹی کی زبان بھی بے ہوش اور بند ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کیٹی کی آنکھیں بھی بند ہو گئیں اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

○

کیٹی کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے پایا۔ اس کے ہاتھ پاؤں پلنگ کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس کے پاس وہی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کیٹی کو ہوش میں آتے دیکھا تو کسی آدمی کو آواز دی:

"سکندر رے! اس کو ہوش آ گیا ہے"

سکندرا اندر آ گیا۔ یہ وہی بدمعاش آدمی تھا جو کیٹی کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھسلا کر ایک گندے مکان میں لے گیا تھا۔ اس نے آتے ہی ایک صندوق میں سے میلا کچیلا سرنج نکالا اور کیٹی کو لگانے کے لیے بے ہوشی کی دوائی ٹیکے میں بھرنے لگا۔

کیٹی نے کہا:

"تم لوگ مجھے کیوں بے ہوش کر رہے ہو؟ تم کیا چاہتے ہو۔"

سکندرا بدمعاش بولا:

"بک بک بند کرو۔ خاموشی سے لیٹی رہو۔ نہیں تو ہم تمہیں قتل کر کے تمہاری لاش ایسی جگہ پھینک دیں گے جہاں سے کوئی اسے نہ اٹھا سکے گا۔"

کیٹی نے آنکھیں بند کر کے دل میں اپنے جن دوست کو یاد کیا اور دل ہی دل میں کہا:

"میرے جن دوست! کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر کے میری لاش دریا میں پھینک دیں گے۔ کیا تو میری مدد نہیں کرے گا۔ مدد نہیں کرے گا؟"

اس کے ساتھ ہی جن کی آواز کمرے میں گونجی:

"کیا مدد کرے گا مدد کرے گا لگا رکھی ہے۔ چلو چٹکی بجاؤ۔"

بدمعاش سکندرا اور وہ عورت جن کی آواز سن کر سکتے میں آ گئے۔ بے ہوشی والا ٹیکہ سکندرے کے ہاتھ میں ہی پکڑا رہ گیا۔ وہ کیٹی کی طرف دیکھ رہے تھے کہ یہ آدمی کی آواز اس عورت کے منہ سے کیسے نکلی ہے۔ اتنے میں کیٹی نے چٹکی بجا دی۔ چٹکی کے بجتے ہی کیٹی سکس ملین ڈالر مین بن گئی۔ خوبصورت بھرا بھرا طاقتور مردانہ جسم، گھنے سیاہ بال، نیلی آنکھیں اور چوڑے چکلے شانے۔ اس نے ایک ہی جھٹکے سے رسی تڑائی اور پلنگ پر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ سکندرا نے ایک عورت کو مرد بنتے دیکھا تو جیب سے پستول نکال کر کیٹی پر گولی چلا دی۔ مگر گولی کا کیٹی پر کوئی اثر نہ ہوا۔

کیٹی نے سکندرے بدمعاش کو گردن سے پکڑ کر زور سے سامنے والی دیوار کے ساتھ دے مارا۔ دیوار سے سکندرا اتنے زور سے ٹکرایا کہ اس کی ساری ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ اور وہ نیم مردہ ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ عورت وہاں بھاگنے لگی تو کیٹی نے اسے پکڑ لیا اور کہا:

"بتا یہاں اور کون کون عورتیں ایسی موجود ہیں جن کو تم لوگوں نے اغوا کر رکھا ہے؟"

عورت نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا:

"صرف ایک لڑکی اور ہے۔ ساتھ والے کمرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں ہے۔"

"چلو ۔ مجھے ساتھ لے کر چلو۔"

عورت داراں کا خوف کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔

ساتھ والے کمرے میں جا کر کیٹی نے دیکھا کہ ایک دُبلی پتلی نازک لڑکی جس کے بال سنہرے تھے۔ پلنگ کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ کیٹی نے اس لڑکی کو آزاد کر کے اپنے ساتھ لیا اور کہا:

"گھبراؤ نہیں، میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔"

پھر اس نے داراں کو پکڑ کر مکان سے باہر لا کر ایک ٹیکسی میں اپنے ساتھ بٹھایا۔ لڑکی کو بھی لیا اور سیدھا پولیس سٹیشن آ گئی۔ یہاں کیٹی نے داراں کو پولیس کے حوالے کرتے ہوئے تھانیدار کو بتایا کہ یہ عورت لڑکیوں کو اغوا کر کے فروخت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک آدمی بھی ہے جو اس کے اڈے پر بے ہوش پڑا ہے۔ تھانیدار نے اسی وقت پولیس کے سپاہیوں کو داراں کے گھر سکندرے کو گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس سنہری بالوں والی لڑکی نے بھی بیان دیا کہ یہ عورت مجھے میرے کالج سے پھسلا کر لے گئی تھی۔

داراں نے تھانیدار کو ہاتھ جوڑ کر کہا:

"تھانیدار جی! یہ آدمی اصل میں ایک جن ہے۔

میں نے اسے اغوا ضرور کیا تھا۔ مجھے جو چاہے سزا دے لیں مگر اس سے خبردار رہیں۔ یہ اصل میں ایک عورت ہے۔"

تھانیدار ہنسنے لگا:

"مجھے تو عورت نہیں لگ رہا۔"

اس نے سپاہی سے کہا:

"اس عورت کو لے جا کر حوالات میں بند کر دو۔"

تھانیدار نے کیٹی اور سنہری بالوں والی لڑکی کا بیان لیا اور کہا:

"اب آپ جا سکتے ہیں۔"

کیٹی نے لڑکی کو ساتھ لیا اور تھانے سے باہر آ کر پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے اور تم کہاں رہتی ہو؟"

لڑکی نے کہا:

"میرا نام یاسمین ہے اور میں گلبرگ میں اپنے ڈیڈی امی کے پاس رہتی ہوں۔"

کیٹی بولی:

"چلو میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں۔"

کیٹی نے یاسمین کو رکشے میں بٹھایا اور اسے لے کر گلبرگ روانہ ہوا۔ یاسمین نے گلبرگ پہنچ کر ایک کوٹھی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ ہماری کوٹھی ہے۔"

کیٹی نے رکشے والے کو رخصت کر دیا اور خود یاسمین کو لے کر کوٹھی کے اندر داخل ہوا۔ ایک کتا اس کی طرف لپکا مگر یاسمین کو دیکھ کر اس کے ساتھ پیار سے لپٹنے لگا۔ کوٹھی میں شور مچ گیا کہ یاسمین واپس آ گئی ہے۔ یاسمین کا باپ اور ماں اور بہن بھائی آ گئے۔

کیٹی نے لڑکی ان کے حوالے کر دی اور کہا:

"اگر میں وقت پر نہ پہنچ جاتا تو خدا جانے بردہ فروش آپ کی بیٹی کو کہاں لے جا کر فروخت کر دیتے۔"

یاسمین کی والدہ اور باپ نے کیٹی کا شکریہ ادا کیا۔

ڈیڈی نے کہا:

"آپ کیا کام کرتے ہیں؟"

کیٹی مردانہ شکل میں تھی کہنے لگی:

"میں کراچی میں کاروبار کرتا ہوں۔"

کیٹی اجازت لے کر کوٹھی سے باہر آ گئی۔ اس نے شہر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اس کے پاس اب پاکستانی کرنسی کے روپے ختم ہو گئے تھے۔ اسے لاہور میں رہنے کے لیے روپوں کی ضرورت تھی۔ وہ یہ روپے محنت کر کے کمانا چاہتی تھی۔ گلبرگ کے چوک میں آ کر وہ ایک دفتر میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک بینک تھا۔ اس نے منیجر سے

مل کر کہا کہ مجھے نوکری چاہیے۔ ابھی وہ یہ بات ہی کر رہی تھی کہ بینک میں شور سا اٹھا کہ ڈاکو آ گئے۔ لوگ بھاگ گئے۔ بینک کے ملازم خوف سے ادھر ادھر چھپنے لگے۔ تین نقاب پوش پستولیں تانے اندر داخل ہو چکے تھے۔ دو نقاب پوش پیچھے دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اور ایک نقاب پوش نے خزانچی کے پاس جا کر کہا:

"اس تھیلے میں جتنے روپے تمہارے پاس ہیں بھر دو۔"

خزانچی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اچانک ایک کلرک نے پیچھے سے نقاب پوش کو پکڑ لیا۔ دوسرے نقاب پوش نے فائرنگ کر کے کلرک کو زخمی کر دیا۔ بینک کا منیجر بھی گھبرایا ہوا تھا اور میز کے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ کیٹی سیکس ملین ڈالر مین کے روپ میں وہیں سے چھلانگ لگا کر اچھلا اور سیدھا اگلے نقاب پوش کے اوپر جا گرا۔ اس نے اس کے جبڑے پر اتنی زور سے مکا مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔ دوسرے نقاب پوشوں نے کیٹی پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ مگر کیٹی پر ان گولیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے آگے بڑھ کر دونوں نقاب پوشوں کو پکڑ کر زمین پر گرا لیا اور ان کے اوپر اپنا بھاری پیر رکھ دیا۔ نقاب پوش ڈاکوؤں کو یوں لگا جیسے ان پر کسی ہاتھی نے پاؤں رکھ دیا ہو۔ اتنے میں پولیس اندر آ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بینک کے مینجر نے کیٹی کا زبردست شکریہ ادا کیا اور اندر کمرے میں لے جا کر اس کی خاطر مدارت کی اور کہا:

"میں تمہیں انعام دینا چاہتا ہوں۔"

اور اس نے میز کی دراز میں سے سو روپے کے پانچ نوٹ نکال کر کیٹی کو دیئے اور کہا:

"اس کے ساتھ ہی تم آج سے اس بینک کے خاص ملازم ہو گئے ہو۔ میں تمہیں دو ہزار روپے مہینہ تنخواہ دوں گا۔"

کیٹی نے انعام کی رقم واپس کرتے ہوئے کہا:

"مجھے انعام کی ضرورت نہیں نوکری کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں۔"

کیٹی بینک میں ملازم ہو گئی۔ بینک کے پاس ہی ایک بلڈنگ میں اس نے ایک کمرہ لے لیا جہاں وہ رات کو سوتی تھی۔ وہ "مرد" کی شکل میں تھی اس لیے سب لوگ اسے شاہ صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ کیوں کہ کیٹی نے اپنا نام انہیں دلدار شاہ بتایا تھا۔ کیٹی کو اس بینک میں کام کرتے دوسرا مہینہ جا رہا تھا کہ ایک روز دو آدمی بینک میں آئے اور بینک کے مینجر کے پاس بیٹھ کر دیر تک سرگوشیوں میں باتیں کرتے رہے۔ وہ بڑی

شاندار گاڑی میں آئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد مینجر نے کیٹی کو اپنے کمرے میں بلایا اور کہا:

"دلدار شاہ جی! آج رات کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

کیٹی نے مسکرا کر کہا:

"اس کی کیا ضرورت ہے جناب۔"

مینجر بولا:

"یہ ہماری خواہش ہے۔ میں آپ کو فلیٹ سے لے لوں گا۔ پورے سات بجے آ جاؤں گا۔"

بینک مینجر جس کا نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ سب لوگ اسے ملک صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ ملک صاحب ٹھیک سات بجے اپنی ٹویوٹا گاڑی میں کیٹی کو لینے آ گئے اور اسے ساتھ لے کر ایک چینی ریسٹورنٹ میں آ گئے۔ کیٹی کو کھانے کی حاجت نہیں تھی مگر اس نے سوپ پیا اور ایک سویٹ ڈش بھی کھائی۔ کھانے کے بعد وہ قہوہ پینے لگے۔ قہوہ پیتے ہوئے بینک کے مینجر ملک صاحب نے کیٹی سے بڑی رازداری کے ساتھ کہا:

"شاہ جی! آپ میرے بھائی ہیں۔ مجھے آپ پر بڑا بھروسہ ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ آج کل دو ہزار روپے یا چار ہزار روپے مہینے کی تنخواہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا ہوتا ہے۔ اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں۔ گزارہ ہی نہیں ہوتا۔ لیکن میرے پاس ایک پروگرام ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ مل جائیں تو لاکھوں روپے کما سکتے ہیں۔"

کیٹی نے تعجب سے پوچھا:

"ایسا کون سا پروگرام ہے ملک صاحب؟"

بینک منیجر نے کہا:

"کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ کسی سے اس کا ذکر نہیں کریں گے تو میں بتا دیتا ہوں۔"

"جی ہاں۔ بتا دیں۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ میرا تو یہاں جاننے والا بھی کوئی نہیں ہے۔"

کیٹی کے اتنا کہنے پر بینک منیجر نے آہستہ سے کہا:

"آپ کو زیادہ بک بک نہیں کرنی پڑے گی۔ بس ایک بریف کیس لے کر یہاں سے کراچی پہنچانا ہوگا۔"

کیٹی نے پوچھا:

"اس بریف کیس میں کیا ہوگا؟"

ملک صاحب بولے:

"یہ آپ نہ پوچھیں۔ اس میں بم نہیں ہوگا۔ لیکن جب آپ بریف کیس کراچی والے آدمی کے حوالے کر دیں گے تو وہ آپ کو ایک لاکھ روپیہ ادا کر دے گا

جس میں سے پچاس ہزار میرے ہوں گے اور پچاس ہزار آپ کے ہوں گے۔ کیا آپ تیار ہیں؟ بڑا سستا سودا ہے۔ کچھ لگے گا نہیں اور پچاس ہزار روپے مفت میں آپ کے پاس آ جائیں گے۔"

کیٹی نے کہا:

"بہت اچھا۔ مجھے کب یہاں سے روانہ ہونا ہوگا؟"

"کل شام کی فلائٹ میں" ملک صاحب بولے۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار رہوں گا۔" کیٹی نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

شام کے وقت بینک کے منیجر نے کیٹی کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھایا اور ائرپورٹ کے باہر گاڑی روک کر اسے ایک کالے رنگ کا بریف کیس دے کر کہا:

"یہ بریف کیس کراچی ائرپورٹ پر ایک خاص آدمی کو دے دینا۔ وہ آدمی خود تمہارے پاس آ جائے گا۔ تم ائرپورٹ کے لاؤنج میں ہی ٹھہرنا۔"

کیٹی نے بریف کیس لیا اور ائرپورٹ کے لاؤنج میں داخل ہوگئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوست جنّ کی کارستانیاں

مسافروں کے سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی۔

کسٹم کے آدمی ہر مسافر کے بریف کیس کو کھول کر دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب کیپٹن کی باری آئی تو انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے اور کیپٹن کو جانے دیا۔ کیپٹن سمجھ گئی کہ یہ لوگ بھی بینک کے مینجر کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور مل کر سمگلنگ ایسا مکروہ دھندا کرتے ہیں اور ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

وہ جہاز میں آ کر بیٹھ گئی۔ جہاز کراچی کی طرف اڑ گیا۔ کراچی پہنچ کر کیپٹن بتائی ہوئی خاص جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ ایک آدمی جس نے سوٹ پہن رکھا تھا اس کے پاس آیا اور بولا:

"آج بینک بند ہے سر؟"

یہ کوڈ جملہ تھا۔ کیپٹن سمجھ گئی کہ یہی وہ آدمی ہے جس کو بریف کیس دینا ہے۔ کیپٹن نے کہا:

"ہاں بینک بند ہے مگر ایک لاکھ روپیہ کیش نکلوایا جا سکتا ہے۔"

کیپٹن نے بھی کوڈ لفظوں میں جواب دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک لاکھ روپیہ میرے حوالے کر کے بریف کیس لے لو۔ وہ سمگلر بولا:

"کیش میری گاڑی میں چل کر نکلوا لیں۔"

اور وہ کیپٹن کو ساتھ لے کر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا اور ڈرائیور سے کہا:

"بنگلے پر چلو۔ انہیں کیش دینا ہے۔"

اور کیپٹن کی طرف دیکھ کر بولا:

"معاف کیجیے گا۔ اتنا زیادہ کیش ساتھ لانا آج کل مناسب نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ میرے بنگلے پر چل کر روپیہ لے لیں۔"

کیپٹن نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ بریف کیس بھی آپ کو وہیں ملے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

سمگلر نے کہا اور گاڑی اس کے گھر کی طرف چل پڑی۔ خدا جانے وہ کہاں کہاں سے گاڑی کو لے کر نکلا کہ ایک ویران علاقہ آ گیا۔ جہاں گاڑی ایک اُجڑے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دو منزلہ مکان کے آگے جا کر رک گئی۔ سمگلر نے جیب
سے پستول نکال کر کیٹی سے کہا:
"مسٹر! یہ بریف کیس اسی جگہ گاڑی میں چھوڑ کر
باہر نکل جاؤ اور دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرنا۔"
کیٹی سمجھ گئی کہ سمگلر وعدے سے پھر گیا ہے اس
نے کہا:
"اگر میں بریف کیس تمہارے حوالے نہ کروں تو
تم کیا کر لو گے؟"
سمگلر نے ڈرائیور کی طرف دیکھ کر کہا:
"کیوں بھئی شیدے! تم کیا کر لو گے؟"
ڈرائیور شیدے نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور جیب
سے خنجر نکال کر کہا:
"سر! آپ گولی کیوں ضائع کرتے ہیں۔ یہ خنجر ہی کافی
ہے اس سوٹ بوٹ والے بابو کے لیے۔"
اس نے کیٹی کی طرف اشارہ کر کے کہا:
"لاؤ بابو یہ بریف کیس مجھے دے دو اور اپنی جان
بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔"
کیٹی نے بریف کیس اس کے حوالے کر دیا اور گاڑی
سے باہر نکل آئی سمگلر ہنسنے لگا:

"شاباش! اچھے بچے اسی طرح کیا کرتے ہیں اب
تم اپنا منہ شہر کی طرف کر کے چل پڑو۔"
ڈرائیور نے قہقہہ لگا کر کہا:
"اور پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔ نہیں تو پتھر ہو جاؤ گے۔"
کیٹی نے کہا:
"تم جیسا کہتے ہو میں ویسے ہی کروں گی۔"
اور وہ گہری ہوتی ہوئی شام کے اندھیرے میں شہر کو
جانے والی کچی سڑک پر پیدل روانہ ہو گئی۔ سمگلر اور ڈرائیور
بریف کیس لے کر مکان کے اندر چلے گئے۔ کیٹی نے
اپنے جن دوست کو یاد کر کے کہا:
"میرے جن دوست! یہ لوگ ناجائز کاروبار کر کے
اپنے وطن کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں اور نشہ
لانے والی چیزیں فروخت کر کے قوم کے نونہالوں
کی زندگیاں تباہ کر رہے ہیں۔ کیا تم میری مدد نہیں
کرو گے؟"
جن دوست کی کوئی آواز نہ آئی۔ اس نے کوئی جواب
دیا۔ کیٹی کو جن پر سخت غصہ آیا۔ اس نے دو تین بار
اسے پکارا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کیٹی نے غصے میں آ کر
چٹکی بجا دی اور چٹکی بجاتے ہی وہ سکس ملین ڈالر مین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بجائے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بن گئی جس کی نوکیلی ڈاڑھی تھی۔ اس نے کالا سوٹ پہن رکھا تھا اور آنکھوں پر سنہری فریم والی عینک لگی تھی۔ ہاتھ میں چھڑی پکڑی ہوئی تھی۔ کیٹی حیران ہوئی یہ اس نے کیا شکل اختیار کر لی ہے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ جن دوست نے اس بار اس کے ساتھ کس قسم کا مذاق کیا ہے۔ کچھ نہ سمجھتے ہوئے وہ شہر کی طرف پکی سڑک پر چلنے لگی۔

تھوڑی دیر میں پیچھے سے سمگلر کی گاڑی آئی۔ کیٹی ایک طرف ہٹ گئی۔ گاڑی قریب سے گذر گئی مگر اچانک تھوڑی ہی دور جا کر بریک لگا کر رک گئی۔ پھر اس کا دروازہ کھلا اور وہی سمگلر جس نے کیٹی سے بریف کیس چھینا تھا۔ جلدی سے نکل کر بھاگتا ہوا کیٹی کے پاس آیا اور ادب سے جھک کر بولا:

"سیٹھ صاحب! آپ نے کیوں زحمت کی ہم تو خود آپ کی طرف آ رہے تھے۔"

ڈرائیور بھی باہر نکل کر ادب سے کھڑا ہو گیا تھا۔ کیٹی سمجھ گئی کہ اس وقت میں ان سمگلروں کے کسی بڑے سیٹھ سمگلر کے روپ میں آ گئی ہوں۔ اس نے بڑی شان اور رعب کے ساتھ گردن اٹھا کر چھڑی ہلاتے

ہوئے پوچھا:

"کیا بریف کیس آ گیا لاہور سے؟"

سمگلر نے فوراً کہا:

"جی سیٹھ جی آ گیا ہے۔ گاڑی میں پڑا ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"ایک لاکھ روپے آدمی کو ادا کر دیئے گئے ہیں؟"

سمگلر جلدی سے بولا:

"جی ہاں سیٹھ صاحب۔ ایک لاکھ روپے آپ کے حکم کے مطابق اس آدمی کو دے دیئے گئے ہیں۔"

کیٹی دل میں ہنسی۔ اسے خوب معلوم تھا کہ انہوں نے ایک پائی بھی ادا نہیں کی، کہنے لگی:

"گاڑی یہاں لاؤ اور شہر چلو اپنے اڈے پر"

ڈرائیور ایک منٹ میں بھاگ کر گاڑی لے آیا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ کیٹی اس میں سوار ہو گئی اور گاڑی شہر کی طرف چل دی۔ کیٹی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ کس چیز کی سمگلنگ کرتے ہیں اور ان کا اڈہ کہاں ہے اور کون کون لوگ اس گروہ میں شامل ہیں۔ وہ خود اپنا نام بھی نہیں جانتی تھی۔ اسے یہ لوگ سیٹھ کہہ کر ہی بلا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔

گاڑی کراچی شہر کی مختلف سڑکوں کا چکر کاٹتی ہوئی ایک جگہ سمندر کے کنارے بہت بڑی کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ گاڑی کے ہارن کی آواز سن کر اندر سے دو سمگلر جلدی سے باہر نکل آئے۔ سمگلروں کے سردار سیٹھ جمشید کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ایک بولا:

"سیٹھ کو تو ابھی ابھی ہم گھر پر چھوڑ کر آئے تھے یہ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گیا۔"

دوسرا بولا:

"خدا ہی جانے۔ سیٹھ ہیلی کاپٹر میں آیا ہے شاید۔"

"مگر ہیلی کاپٹر یہاں مجھے تو کہیں نظر نہیں آتا۔"

"بہرحال سیٹھ تمہارے سامنے ہے۔ اب بک بک بند کرو۔"

دونوں نوکروں نے جلدی سے بھاگ کر سمگلروں کے سردار سیٹھ جمشید کو جھک کر سلام کیا۔ کیٹی ان کے ساتھ کمرے میں آ گئی۔ یہاں سامان ادھر اُدھر بکھرا پڑا تھا چھت سے لگا بلب جل رہا تھا۔ چمڑے کے صوفے لگے ہوئے تھے۔ سمگلر نے جو کیٹی کے ساتھ آیا تھا سے بریف کیس کھول کر دکھایا۔ اس میں پلاسٹک کی تھیلی

میں ہیروئن بند تھی۔ اس نے کہا:

"سیٹھ صاحب۔ سارا مال بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے چیک کر لیا ہے۔"

کیٹی بولی:

"میں آرام کروں گا تھوڑی دیر۔ میرے لیے قہوہ بناؤ۔"

"او کے سر! آپ بیڈ روم میں چلیں۔ میں قہوہ بنوا کر ابھی لاتا ہوں۔"

کیٹی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ بیڈ روم کہاں ہے۔ وہ یونہی کمرے سے نکل کر باورچی خانے کی طرف چل دی۔ سمگلر پیچھے سے بھاگ کر آیا اور ادب سے بولا:

"سیٹھ جی! آپ کا بیڈ روم تو دوسری طرف ہے۔"

"اوہ۔ ہاں — میں جانتا ہوں۔ یونہی ذرا ٹہلنے کو جی چاہتا تھا۔"

سمگلر نے کیٹی کو بیڈ روم میں چھوڑا اور خود کچن میں جا کر نوکر سے بولا کہ سیٹھ کے لیے قہوہ تیار کرو۔

"خدا جانے آج سیٹھ کو قہوے کا شوق کہاں سے آ گیا ہے۔ وہ تو ہمیشہ چائے پیا کرتا ہے۔"

نوکر نے کہا:

"سر ایک بات عرض کروں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ہاں کہو۔" سمگلر بولا۔
نوکر کہنے لگا:
"عجیب بات ہے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی سیٹھ صاحب اپنی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں سے گھر کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ابھی واپس بھی آ گئے۔ میرے خیال میں تو ابھی سیٹھ گھر بھی نہیں پہنچا ہوگا۔"
سمگلر نے حیران ہو کر پوچھا:
"تم کیا کہہ رہے ہو؟"
نوکر بولا:
"حضور میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ سیٹھ صاحب ابھی ابھی یہاں سے اپنی کوٹھی کی طرف گئے تھے۔"
سمگلر سوچ میں پڑ گیا۔
نوکر کہنے لگا:
"بے شک دوسرے نوکروں سے پوچھ لیں سر! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی جعلی سیٹھ ہے جس نے ہمارے سیٹھ کا بھیس بدل رکھا ہے۔"
سمگلر نے چونک کر نوکر کی طرف دیکھا اور بولا:
"میں ابھی فون کر کے معلوم کرتا ہوں۔"
سمگلر فوراً کوٹھی کے خاص کمرے میں آ گیا۔ یہاں اس

نے ایک خفیہ فون کا نمبر گھمایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجی اور پھر سمگلروں کے سردار اصلی سیٹھ جمشید کی آواز آئی:
"ہیلو! کون بول رہا ہے؟"
سمگلر نے کہا:
"میں ہوں پرویز سیٹھ جی۔ آپ اپنی کوٹھی پر ہی ہیں؟"
سیٹھ نے جھنجلا کر کہا:
"تو اور کیا تمہارے باپ کے گھر پر ہوں۔ کیا بات ہے؟"
سمگلر پرویز نے سیٹھ جمشید کو بتایا کہ ایک سیٹھ جمشید اس وقت ہمارے پاس بھی ہے اور آپ کے بیڈروم میں آرام کر رہا ہے۔ دوسری طرف سے اصلی سیٹھ نے گھبرا کر کہا:
"وہ کوئی پولیس کا آدمی ہے۔ اس نے میرا بھیس بدلا ہوا ہے۔ اسے جانے مت دینا۔ میں آ رہا ہوں۔"
سمگلر پرویز فون بند کر کے تیزی کے ساتھ بیڈروم میں آ گیا جہاں کیٹی نقلی سیٹھ جمشید کے روپ میں پلنگ پر بیٹھی قہوہ پی رہی تھی۔
سمگلر پرویز نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سیٹھ جی! فنوہ ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ہمارے گروہ میں کتنے آدمی شامل ہیں اس وقت؟"

سمگلر پرویز کو پکا یقین ہو گیا کہ یہ پولیس کا آدمی ہے اور سمگلروں کی تعداد معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اس نے یونہی کہہ دیا:

"آپ تو جانتے ہیں سیٹھ جی۔ کوئی پچاس ایک آدمی اس وقت کام کر رہے ہیں۔"

سمگلر پرویز نے کیٹی کو باتوں میں لگائے رکھا۔ یہاں تک کہ باہر کسی گاڑی کے رُکنے کی آواز سنائی دی۔

کیٹی نے پوچھا:

"یہ کون آیا ہے؟"

سمگلر پرویز نے کہا:

"شاید ہمارا کوئی ساتھی ہو گا۔ میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔"

سمگلر پرویز باہر نکل گیا۔ کیٹی نے اٹھ کر کھڑکی میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ اسے کوٹھی کے پورچ کی روشنی میں گاڑی میں سے اپنی ہی شکل صورت کا ایک اور سیٹھ جمشید باہر نکلتا دکھائی دیا۔ وہ چونک اٹھی۔ اصلی سیٹھ آ گیا تھا۔ اس کی

ساری سکیم فیل ہونے والی تھی۔ وہ ان سارے سمگلروں کو گرفتار کرانا چاہتی تھی۔ اس نے اپنے جن دوست کو یاد کر کے التجا کی وہ اس کی مدد کرے اور چٹکی بجا دی۔ مگر چٹکی نے کوئی کام نہ کیا۔ وہ سیٹھ جمشید ہی بنی رہی۔ کیٹی نے کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگا دی اور باغ کے نیچے درختوں کے اندھیرے میں چھپ گئی۔ اس نے دیکھا کہ سمگلر پرویز اور اصلی سیٹھ جمشید گاڑی کے پاس کھڑے ہیں۔ اصلی سیٹھ پوچھ رہا ہے۔

"نقلی سیٹھ بھاگا تو نہیں؟"

"نہیں سیٹھ جی! وہ آپ کے بیڈ روم میں ہے۔"

اصلی سیٹھ بولا:

"چلو — میں ابھی اس کو اپنے ہاتھ سے ختم کرتا ہوں۔"

دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ کیٹی نے دیکھ لیا تھا کہ اصلی سیٹھ نے بھی بالکل اسی جیسا لباس پہن رکھا ہے اور ان دونوں کے حلیے اور لباس میں ذرا سا بھی فرق نہیں ہے۔ وہ لپک کر گاڑی کے پاس آ گئی اور گاڑی کے اندر جھانکا۔ اس نے دیکھا کہ گاڑی کے ڈیش بورڈ پر اصلی سیٹھ کی قیمتی سنہری گھڑی پڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی تھی۔ کیٹی نے وہ گھڑی اٹھا کر اپنی کلائی میں پہن لی۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیڈ روم میں آ گیا۔ سامنے سمگلر پرویز اور اصلی سیٹھ کمرے میں اسے تلاش کر رہے تھے۔

کیٹی نے کڑک کر سمگلر پرویز سے کہا:

"پرویز! الو کے پٹھے یہ تم کیا کر رہے ہو۔ نہیں معلوم نہیں کہ جس نقلی سیٹھ کو تم ڈھونڈ رہے ہو وہ تمہارے پاس کھڑا ہے۔"

اصلی سیٹھ نے چلا کر کہا:

"یہ بکواس کرتا ہے۔ میں نقلی نہیں اصلی سیٹھ ہوں پرویز اس کو گولی مار دو۔ یہ پولیس کا آدمی ہے۔"

شور کی آواز سن کر سارے نوکر اور دوسرے سمگلر بھی وہاں آ گئے۔ سمگلر پرویز پریشان ہو کر کبھی ایک سیٹھ کو دیکھتا۔ کبھی دوسرے سیٹھ کو دیکھتا۔ دونوں کی شکلیں اور حلیے بالکل ایک جیسے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اصلی کون ہے اور نقلی کون ہے۔

کیٹی نے غصے سے کہا:

"ارے کیا سوچ رہے ہو۔ اس نقلی سیٹھ کو پکڑ کر باندھ لو۔"

اصلی سیٹھ نے بھی گرج دار آواز میں کہا:

"یہ جھوٹ بکتا ہے۔ اصلی سیٹھ میں ہوں۔ یہ نقلی سیٹھ ہے۔ اس کو گولی مار دو۔"

سمگلر پرویز پریشان ہو کر بولا:

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

اچانک کیٹی کو اپنی سنہری گھڑی کا خیال آ گیا۔ اس نے اپنی کلائی دکھاتے ہوئے کہا:

"دیکھو میری یہ قیمتی گھڑی میری کلائی پر بندھی ہوئی ہے۔ اگر یہ اصلی سیٹھ ہے تو اسے کھول کر اپنی گھڑی دکھائے۔"

سارے نوکر اصلی سیٹھ کی طرف شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اصلی سیٹھ بھی کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اس نے کلائی باہر نکالی تو وہاں گھڑی نہیں تھی۔ بس پھر کیا تھا۔

کیٹی یعنی نقلی سیٹھ نے کہا:

"پکڑ کر اس کی ٹھکائی کرو سب مل کر۔"

سمگلر پرویز اور دوسرے نوکروں نے اصلی سیٹھ کو پکڑ لیا اور اسے نقلی سمجھتے ہوئے اس کی ٹھکائی شروع کر دی۔ پھر اس کے ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر اسے پلنگ پر ڈال دیا۔ وہ چیختا چلاتا ہی رہ گیا کہ میں اصلی سیٹھ ہوں میں اصلی جمشید سیٹھ ہوں مگر کیٹی یعنی نقلی سیٹھ اتنا شور مچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا کہ اصلی سیٹھ کی آواز کسی کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ویسے بھی نوکر اسے گالیاں دے دے کر مار رہے تھے۔ جب اصلی سیٹھ مار کھا کھا کر بے ہوش ہو گیا تو کیٹی نے کہا۔

"بس کرو۔ چھوڑ دو اسے۔ اب اس کو اُٹھا کر میری گاڑی میں رکھ دو۔ میں خود اسے سمندر میں لے جا کر غرق کر دوں گا۔ جلدی کرو۔"

سمگلر پرویز اور دوسرے نوکروں نے مل کر اصلی سیٹھ کو جو بے ہوش ہو چکا تھا اٹھا کر کیٹی کی گاڑی میں ڈال دیا۔ کیٹی نے کہا:

"اب ہوشیار رہنا۔ میں اسے سمندر میں پھینک کر اپنی کوٹھی چلا جاؤں گا۔ تم لوگ ساری رات اس جگہ پر چوکنے ہو کر بیٹھے رہنا۔ پولیس کے چھاپے کا خطرہ ہے۔ اپنا بھیس بدل لینا اور ہیروئن کے سارے مال کی پوری حفاظت کرنا۔"

"او کے باس — آپ بالکل فکر نہ کریں۔" سمگلر پرویز بولا۔

نقلی سیٹھ یعنی کیٹی گاڑی کو کوٹھی میں سے نکال کر سمندر کی طرف چل پڑی۔ لیکن وہ سمندر کی طرف جانے کی بجائے سیدھی شہر میں داخل ہو گئی اور ایک بڑے پولیس

سٹیشن پہنچ کر رُک گئی۔ اس نے بے ہوش سمگلر سیٹھ کو اٹھا کر تھانے میں ڈال دیا اور تھانیدار سے کہا:

"یہ شخص پاکستان میں ہیروئن کے ناجائز کاروبار کا سب سے بڑا سمگلر ہے۔ اسے گرفتار کریں اور میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو دوسرے سمگلر بھی گرفتار کر کے دیتا ہوں۔"

تھانے دار نے بے ہوش سیٹھ جمشید کی شکل دیکھی اور پھر کیٹی کی شکل دیکھی اور بولا:

"سوال یہ ہے کہ تم دونوں میں سے اصلی کون ہے؟ کیوں کہ اس وقت تو تم دونوں ہی مجھے سمگلر سیٹھ جمشید لگتے ہو۔"

کیٹی کو اپنا خیال آیا کہ اس کا تو اپنا حلیہ سیٹھ جمشید کا ہے۔ وہ جلدی سے بولی:

"میں — میں ایک پرائیویٹ جاسوس ہوں۔ وطن دشمن لوگوں کی جاسوسی کرتا ہوں۔ میں نے اس کا میک اَپ کیا ہوا ہے۔ ابھی اپنی اصل شکل آپ کو دکھاتا ہوں۔ آپ کا باتھ روم کہاں ہے؟"

کیٹی کو معلوم تھا کہ ابھی باتھ روم میں جا کر اس نے چٹکی بجانی ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا سے کیا بن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے گی۔ اس لیے احتیاط کے طور پر اس نے سیٹھ جمشید کے خفیہ ٹھکانے کا پورا پتہ بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہاں ناجائز منشیات کا کروڑوں روپے کا سامان موجود ہے تھانے دار نے اسی وقت پولیس کے خاص دستے کو سمگلروں کے اڈے کی طرف روانہ کر دیا۔ کیپٹی باتھ روم میں گھس گئی۔ اس نے اندر جاتے ہی جن دوست کو کہا:

"تو میری مدد نہیں کرتا تو نہ کر۔ میں چٹکی بجانے لگی ہوں۔ میں اگر بندریا بھی بن گئی تو مجھے منظور ہے۔"

اتنا کہہ کر کیپٹی نے چٹکی بجا دی۔ وہ کانپ اٹھی۔ وہ سچ مچ ایک بندریا بن گئی تھی اور باتھ روم میں خوخو کرتی پھر رہی تھی۔ اس نے کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگائی اور سڑک پر آ گئی۔ اس سڑک پر ایک جگہ بچے کرکٹ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے بندریا کو دیکھا تو کرکٹ چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگے۔

"ابے پکڑو۔ بندریا کو پکڑو!"

کیپٹی بھاگ کر ایک مکان کی دیوار پر چڑھ گئی۔ پھر اس نے اندر آنگن میں چھلانگ لگا دی۔ آنگن میں نوکرانی برتن دھو رہی تھی۔ بندریا کیپٹی اس کے سر کے اوپر جا کر

گری۔ نوکرانی چیخ مار کر برتن چھوڑ کر بھاگ اٹھی:

"ارے یہ کم بخت بندریا کہاں سے آ گئی۔ اللہ ماری۔"

کیپٹی دیوار پھاند کر دوسری طرف گلی میں کود گئی۔ یہ کوٹھیوں کے درمیان والی گلی تھی۔ لڑکے یہاں بھی اس کے پیچھے لگ گئے اور اسے پتھر مارنے لگے۔ کیپٹی پریشان ہو کر گلی میں سے نکل کر بازار میں آ گئی۔ یہاں ٹریفک زور شور سے جاری تھی۔ وہ ایک ٹرک کے نیچے آتی آتی بچی۔ لپک کر سامنے والے فٹ پاتھ پر آ گئی۔ یہاں بھی کچھ لوگوں نے اسے دھتکار کر مارنے کی کوشش کی تو کیپٹی ایک بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھ کر ایک فلیٹ کے دروازے کو کھلا دیکھ کر اندر چلی گئی۔ ڈرائینگ روم میں ایک آدمی ٹیبل لیمپ جلائے کسی کو فون کر رہا تھا۔ اس نے بندریا کو نہ دیکھا اور فون کرنے میں لگا رہا۔ کیپٹی اس کے بیڈ روم میں جا کر اس کے پلنگ کے نیچے گھس کر بیٹھ گئی۔

وہ آدمی ٹیلی فون کر کے بیڈ روم میں آ کر کپڑے بدلنے لگا۔ پھر وہ بستر پر لیٹ گیا۔ کیپٹی بندریا پلنگ کے نیچے سے نکل کر سامنے دیوار کے ساتھ لگی میز کے نیچے اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ گئی۔ وہ یہاں کچھ دیر آرام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کے سوچنا چاہتی تھی کہ اب وہ کیا کرے۔ اس نے اس عرصے میں دو تین بار دل ہی دل میں اپنی اصلی شکل کا تصور کر کے چٹکی بجائی تھی مگر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

بیڈ روم میں ایک عورت داخل ہوئی جس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔ مسکراتی ہوئی آئی اور بولی:

"آج چائے نہیں پیئیں گے کیا؟"

اس آدمی نے مسکرا کر کہا:

"شکریہ بیگم۔ میں بھول ہی گیا تھا۔ آؤ تم بھی میرے پاس بیٹھو۔"

وہ چائے پینے اور اپنی بیگم سے باتیں کرنے لگا۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ اس آدمی کی بیوی نے بچوں کو اپنی خالہ کے گھر پہنچا دیا ہوا ہے۔ اس کا خاوند بچوں کو یاد کر رہا تھا۔

"بیگم! آج بچوں کے بغیر گھر کتنا سونا لگ رہا ہے تم نے خوامخواہ بچوں کو خالہ کے ہاں بھجوا دیا!"

بیگم بولی:

"وہ خود جانے کے لیے ضد کر رہے تھے۔ میرا اپنا جی ان کے بغیر اداس ہے۔"

خاوند نے چائے کی پیالی میز پر رکھی تو اس کو دیکھ کر بیگم نے کہا:

"اتنی چائے کس لیے چھوڑ دی۔ پوری چائے پئیں ناں میں نے اتنی محبت سے تیار کی تھی۔"

خاوند نے مسکرا کر کہا:

"اچھا بابا۔ تم نے محبت سے بنائی ہے تو میں ساری چائے پی لیتا ہوں۔"

اور اس عورت کے خاوند نے پیالی بالکل خالی کر دی۔ کیٹی بندریا میز کے نیچے بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ بیگم نے خالی پیالی اٹھائی اور کہنے لگی:

"اب آپ آرام سے اخبار پڑھیں۔ میں ذرا کپڑے استری کر لوں۔ صبح دفتر ذرا جلدی جانا ہے مجھے۔"

"او کے بیگم۔"

بیوی چلی گئی اور خاوند پلنگ پر لیٹ کر اخبار پڑھنے لگا۔ کیٹی بندریا خاموش بیٹھی تھی۔ میز کے نیچے اندھیرا تھا اور اس طرف کسی کی نظر بھی نہیں جا سکتی تھی۔ کیٹی نے ایک بار پھر چٹکی بجائی کہ شاید وہ کوئی دوسری شکل اختیار کر کے وہاں سے بھاگ سکے مگر چٹکی نے اس بار بھی کوئی کام نہ دیا۔ کیٹی سخت ناامید ہو گئی اور اس نے سوچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ اسے یہاں سے بھی نکل جانا چاہیے۔ کہیں یہ لوگ اسے دیکھ کر مارنا نہ شروع کر دیں۔

وہ میز کے نیچے نکلنے ہی والی تھی کہ بیگم ایک بار پھر بیڈ روم میں داخل ہوئی۔ بولی:

"اپنا دوپٹہ ڈھونڈ رہی ہوں۔ کہیں یہاں تو نہیں ہے:"

بیگم چوری چوری نظروں سے اپنے خاوند کو بھی تک رہی تھی۔ کیٹی کو محسوس ہوا کہ یہ عورت کسی بات کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ بات کیا ہو سکتی تھی؟ کیٹی بندریا کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ لیکن بیگم نے خود ہی یہ راز کھول دیا کہ وہ کس بات کا انتظار کر رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے خاوند نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تو وہ آہستہ سے پلنگ کے پاس آئی۔ اخبار اس کے خاوند کے ہاتھ سے نیچے گر پڑا تھا اور وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ بیگم نے خاوند کے جسم کو دو تین بار ہلایا اور آوازیں دیں۔ خاوند نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مسکرائی اور بولی:

"بے ہوش ہو چکا ہے۔ دوائی نے اپنا کام کر دیا ہے:"

کیٹی بندریا کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس عورت نے اپنے اتنے اچھے خاوند کو کس لیے بے ہوش کیا تھا؟ وہ کیا کرنا چاہتی تھی؟ کیٹی نے وہاں سے فرار ہونے کا

خیال بھول کر اب اس ٹوہ میں لگ گئی کہ یہ عورت کیا کرنا چاہتی ہے۔ وہ میز کے نیچے چوکنی ہو کر بیٹھی رہی۔

بیگم کو جب پوری تسلی ہو گئی کہ اس کا خاوند بے ہوش ہو چکا ہے تو اس نے دیوار کی بتی بجھا دی اور ٹیبل لیمپ روشن کر دیا جس کی روشنی بہت دھیمی دھیمی تھی۔ پھر وہ بیڈ روم سے باہر نکل گئی۔ کیٹی سوچنے لگی کہ یہ عورت کیا کرنے والی ہے؟ آخر اس نے اپنے خاوند کو کس لیے بے ہوش کیا ہے؟ اچانک کیٹی کے دل میں خیال آیا کہ کہیں یہ عورت کسی دوسرے آدمی کی مدد سے اپنے خاوند کو قتل تو نہیں کروانا چاہتی؟ اس نے لاہور کے ایک اخبار میں اس قسم کی خبر پہلے بھی پڑھی تھی۔ کیٹی بندریا میز کے نیچے سے باہر نکل آئی۔ اس نے دل میں جنّ دوست کا خیال لا کر کہا:

"کچھ تو خیال کرو میرے جنّ دوست کہ ایک شریف اور اپنے بچوں سے محبت کرنے والے باپ کے خلاف خونی سازش ہو رہی ہے۔ کیا تم اس کی مدد نہیں کرو گے:"

جنّ کی آواز آئی:

"اچھا اچھا — اب زیادہ شور نہ مچاؤ۔ جاؤ چٹکی بجاؤ۔ اور اس کی جگہ لیٹ جاؤ۔ سب ٹھیک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو جائے گا۔ خبردار۔ اب مجھے آواز نہ دینا۔"

کیٹی نے چٹکی بجائی تو اس نے دیکھا کہ اس کی شکل صورت کا سارا حلیہ اس آدمی کا بن چکا ہے جو پلنگ پر بے ہوش پڑا تھا۔ یعنی وہ سازش کرنے والی بیگم کا خاوند بن چکی تھی۔ وہی ناک نقشہ وہی لباس وہی سر کے بال، ہو بہو وہی شکل تھی۔ ذرا سا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔

کیٹی نے فوراً بے ہوش اصلی خاوند کو اٹھایا اور اسے پلنگ کے نیچے چھپا دیا اور خود اس کی جگہ پلنگ پر بے ہوش بن کر لیٹ گئی اور سوچنے لگی کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔

اتنے میں دروازے کے پاس ایک عورت اور مرد کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر دروازہ کھلا اور خاوند کی بیوی یعنی وہی عورت ایک بدشکل آدمی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی جس کے ہاتھ میں لمبا چمکتا ہوا چھرا تھا۔ کیٹی کا تو سارا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ اگرچہ اسے معلوم تھا کہ وہ خلائی لڑکی ہے اور دنیا والوں کا کوئی ہتھیار اسے ہلاک نہیں کر سکتا۔ لیکن اتنے عرصے سے وہ اس دنیا میں رہ رہی تھی کہ اب اسے موت سے خوف آنے لگا تھا اور اسے کبھی کبھی وہم ہونے لگتا تھا کہ وہ یہاں مر بھی سکتی ہے۔

بیوی اب اس آدمی کے ہاتھ جوڑ رہی تھی اور کہہ رہی تھی:

"مجھ سے بھول ہو گئی اختر — خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ میرے خاوند کو نہ مارو۔ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔"

قاتل اختر کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ بولا:

"ذلیل عورت۔ اگر یہ بات تھی تو تم نے اپنے خاوند کو بے ہوش کیوں کیا۔ تم ہی نے تو یہ ساری سکیم بنائی تھی۔"

بیوی رونے لگی:

"ہاں اختر — میں نے ہی یہ سکیم بنائی تھی مگر اب میں نے خدا کے آگے توبہ کر لی ہے۔ خدا نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں اپنے خاوند کو ہلاک ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

اس بدمعاش شخص اختر پر بھوت سوار ہو چکا تھا۔ اس نے اس عورت کو پرے دھکا دے دیا اور بولا:

"میں اب تمہارے خاوند کو قتل کر کے ہی چھوڑوں گا اور پھر دیکھوں گا تم مجھ سے کیسے شادی نہیں کرتی ہو۔ میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اور اس نے بیوی کی چیخوں کے درمیان کیٹی پر آ کر چھرے کے وار کرنے شروع کر دیئے، کیٹی خاموش لیٹی رہی۔

"اب تمہیں مجھ سے شادی کرنی ہو گی۔ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہارے خاوند کا کام تمام کر دیا ہے۔ اگر تم نے پولیس کو رپورٹ کی تو تم بھی اس قتل کے جرم میں گرفتار ہو جاؤ گی اور تمہیں بھی میرے ساتھ عمر قید کی سزا ہو گی۔ سوچ لو۔ اچھی طرح سے۔ اس قتل میں تم بھی برابر کی شریک ہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

اور قاتل بیڈ روم سے نکل کر بھاگ گیا۔ بیوی اپنی خاوند یعنی کیٹی کی لاش کے اوپر گر کر رونے لگ گئی۔

"میرے سرتاج! مجھے معاف کر دینا۔ میں بہت بڑی غلطی کر بیٹھی ہوں۔ یااللہ مجھے معاف کر دینا۔ اس بدمعاش نے مجھ پر جادو کر دیا تھا۔ میں اس کی باتوں میں آ گئی تھی۔ اے خدا! مجھے معاف کر دینا۔ میں اپنے کیے پر پچھتا رہی ہوں۔ آہ! اب مجھے میرا پیارا خاوند کہاں سے ملے گا۔ یہ میں نے اپنے اوپر کیا ظلم کر دیا۔"

کیٹی نے آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"میں زندہ ہوں بیگم۔"

اس کی بیوی یوں ایک دم سے پرے ہٹ گئی جیسے کسی نے اسے دھکا دے دیا ہو اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے خاوند کو دیکھنے لگی۔ کیٹی اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی:

"میں مرا نہیں بیگم زندہ ہوں۔ اور میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔"

اس کی بیوی کیٹی سے لپٹ گئی اور رونے لگی،

"یااللہ! تیرا شکر ہے۔ میرا خاوند زندہ ہے۔ تُو نے میری فریاد سُن لی۔ تُو نے میرا گناہ معاف کر دیا۔"

پھر کیٹی یعنی اپنے خاوند کے جسم کو دیکھ کر حیرت سے بولی:

"لیکن میرے سرتاج اس بدمعاش نے تو میرے سامنے کتنے وار کیے تھے۔ تمہارا تو ذرا سا خون بھی نہیں نکلا۔ یہ کیا معجزہ ہے؟"

کیٹی پلنگ پر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی:

"میں تمہارا اصلی خاوند نہیں ہوں بی بی۔ تمہارا اصلی خاوند ابھی تک بے ہوش ہے اور اس پلنگ کے نیچے پڑا ہے۔"

بیوی تو خوف کے مارے کانپنے لگی۔ کیٹی نے اس کے اصلی بے ہوش خاوند کو پلنگ کے نیچے سے نکال کر بستر پر لٹا دیا۔ بیوی کا رنگ دہشت کے مارے سفید ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اس کے سامنے دو خاوند موجود تھے جن کی ایک ہی شکل، ایک ہی آواز اور ایک ہی حلیہ تھا۔

کیٹی نے کہا،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سنو! پریشان نہ ہو۔ میں تمہارا خاوند نہیں ہوں۔ میں کون ہوں؟ اسے تم نہ سمجھ سکو گی۔ بس تم اتنا ہی سمجھ لو کہ میں تمہارا دوست جن ہوں جو اتفاق سے اس وقت یہاں موجود تھا جب تم نے اپنے خاوند کو بے ہوشی کی دوائی چائے میں گھول کر پلائی تھی اور میں نے تمہارے خاوند کو بچانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی شکل بنا کر پلنگ پر لیٹ گیا۔ میں تمہیں کبھی زندہ نہ چھوڑتا اگر یہ نہ دیکھتا کہ تم اپنے گناہوں پر شرمسار ہو اور اپنے کیے پر نادم ہو۔ پشیمان ہو اور خدا سے گناہ معاف کرنے کی دعائیں مانگ رہی ہو۔"

بیوی نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"نیک دل جن! میں نے دل سے توبہ کر لی ہے۔ اب میں کبھی اپنے خاوند سے الگ نہیں ہوں گی۔ کبھی گناہ کا خیال دل میں نہیں لاؤں گی۔ ہمیشہ خدا سے ڈرتی رہوں گی اور اپنے بچوں اور خاوند کی وفادار رہوں گی کیوں کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ وہ جہنم کی آگ میں پھینک دیئے جاتے ہیں اور پھر قیامت تک اسی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے میری فریاد سن لی اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا۔"

کیبٹ نے کہا:

"اللہ میاں نے تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور تمہیں ایک بار پھر اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ نیک زندگی بسر کرنے کا موقع دیا ہے۔ اگر اب تم سیدھی راہ سے بھٹک گئیں تو پھر تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں سے تمہیں کوئی نہیں بچائے گا۔"

بیوی نے کہا:

"اے نیک دل جن! میں ہمیشہ نیک رہوں گی۔ کبھی سیدھے راستے سے نہیں بھٹکوں گی۔ خدا کی رسی کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رکھوں گی۔"

اتنے میں اس کی اصلی خاوند نے اپنی گردن ہلائی اور دوسری طرف کر لیا۔

بیوی نے کہا:

"خدا کے بیٹے اب تم میری مدد کرو۔ یہ بدمعاش جو میرے خاوند کو اپنی طرف سے قتل کر کے چلا گیا ہے۔ اب میری زندگی عذاب بنانے کی کوشش کرے گا۔ کسی طرح مجھے اس سے بچا لو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیٹی نے کہا:

"وہ جہاں رہتا ہے تم مجھے اس کا ایڈریس بتا دو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب وہ ساری زندگی تمہارے پاس کبھی نہیں آئے گا۔ تمہارے خاوند کو ہوش آ رہا ہے۔ تم اس کے پاس بیٹھو اور یہی ظاہر کرنا کہ وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ میں جا رہا ہوں۔"

بیوی نے جن یعنی گیٹی یعنی اپنے نقلی خاوند سے ہاتھ ملایا اور بولی،

"خدا تمہیں اس نیک کام کی جزا دے گا۔ اور خدا مجھے ایک بار پھر معاف کر دے۔"

گیٹی نے قاتل اختر کے گھر کا ایڈریس لیا اور بولی:

"کیا تمہارے پاس کوئی برقعہ ہے؟ میں تمہارے خاوند کی شکل میں تمہارے گھر سے نہیں نکلنا چاہتا۔"

بیوی نے اسی وقت ایک کالا برقعہ لا کر گیٹی کو دے دیا۔ گیٹی نے برقعہ پہنا اور اس فلیٹ سے نکل کر نیچے سڑک پر آ گئی۔ اس وقت رات کے تین ساڑھے تین بج رہے تھے اور کراچی کی سڑکیں بالکل سنسان اور خالی خالی تھیں۔

○

صحرا میں پُراسرار سگنل کی آواز

گیٹی برقعہ پہنے صدر کی ویران سڑک پر جا رہی تھی۔ ایک خالی رکشا اس کے قریب سے گزرا۔ اس نے رکشا ڈرائیور کو قاتل اختر کے گھر کا پتہ بتایا اور کہا کہ مجھے وہاں لے چلو۔ رکشا رات کے پچھلے پہر کراچی صدر کی خاموش سڑکوں پر سے گزرتا ہوا ایک سات آٹھ منزلہ والی بلڈنگوں کے باہر جا کر رُک گیا۔ گیٹی برقعہ پہنے ہوئے عورت بنی رکشا میں سے نکل کر بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ قاتل اختر کا کمرہ ساتویں منزل پر تھا جو کہ اس بلڈنگ کی سب سے آخری منزل تھی۔ گیٹی کا چونکہ سانس نہیں پھولتا تھا اس لیے وہ بڑے آرام سے ساری سیڑھیاں چڑھ کر آخری منزل میں آ گئی۔ گیٹی نے قاتل کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر دروازے پر دستک دی۔ قاتل اختر قتل کی واردات کرنے کے بعد ابھی تھوڑی دیر گزری آیا تھا اور جاگ رہا تھا۔ بھلا گناہ کرنے کے بعد بھی کبھی کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چین کی نیند سو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ گناہگار کو کبھی چین کی نیند نہیں آتی۔ وہ بھی جاگ رہا تھا۔ اس نے اندر سے آواز دے کر پوچھا:

"کون ہے؟"

اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

کیپٹن نے عورتوں کی آواز بنا کر کہا:

"میں ہوں زرینہ۔"

زرینہ اس عورت کا نام تھا جس کے خاوند کو وہ اپنے خیال میں قتل کر کے آیا تھا۔ دروازہ جلدی سے کھل گیا۔ کیپٹن نے برقعے کا کالا نقاب منہ پر ڈال رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر قاتل نے گھبرا کر کہا:

"تم کیوں آ گئی ہو اس وقت؟ خیریت تو ہے؟ اندر آ جاؤ۔"

کیپٹن کمرے میں چلی گئی۔

اختر نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور بولا:

"تم برقعہ کیوں نہیں اتار رہی ہو زرینہ؟"

کیپٹن نے کہا:

"برقعہ اتار دیا تو تم ڈر جاؤ گے۔"

اور کیپٹن نے نقاب الٹ دیا اور پھر برقعہ بھی اتار دیا۔

قاتل اختر کے سامنے وہ شخص زرینہ کا خاوند کھڑا تھا جس کو وہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی قتل کر کے آ رہا تھا۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔ جسم خوف کے مارے کانپنے لگا:

"تم ۔۔۔ تت ۔۔۔ تم؟"

کیپٹن نے کہا:

"ہاں میں ۔۔۔ زرینہ کا خاوند۔ جس کو تم قتل کر آئے ہو!"

قاتل اختر دہشت کے مارے پیچھے ہٹ گیا۔

"تم ۔۔۔ تم زندہ ہو ابھی؟"

کیپٹن نے کہا:

"نہیں۔ میں زندہ کہاں ہوں۔ میں تو مر چکا ہوں۔ میں دوسری دنیا سے تمہیں لینے آیا ہوں چلو میرے ساتھ ۔۔۔ تیار ہو جاؤ۔"

قاتل اختر کے منہ سے لفظ نہیں نکل رہا تھا۔ اسے پسینہ آ گیا تھا۔ وہ تھرتھراتی ہوئی آواز میں بولا:

"نہیں نہیں ۔۔۔ تم مر چکے ہو۔ میں نے اپنے ہاتھ سے تمہیں قتل کیا ہے۔"

کیپٹن بولی:

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں قتل نہیں ہوا۔ میں قتل ہو چکا ہوں۔ میں مر چکا ہوں۔ میں تو اگلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دنیا سے تمہیں اپنے ساتھ لینے کے لیے آیا ہوں
چلو میرے ساتھ "

اور کیپٹی نے قاتل اختر کو پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ اچھل کر پلنگ پر کھڑا ہو گیا۔ پھر دوسرے کمرے کی طرف بھاگا۔ کیٹی بھی مرد کے روپ میں بھاگ کر اس کے پیچھے گئی۔ دوسرے کمرے میں ایک کھڑکی تھی جو سات منزل نیچے بازار کی طرف کھلتی تھی۔ قاتل اختر خوف سے سہما ہوا تھا۔ کیٹی نے آہستہ سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا:

"چلو میرے ساتھ — میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ دوزخ کے فرشتے آگ میں لال سرخ کئے ہوئے گرز لے کر تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں کیونکہ تم ایسے قاتلوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جہنم کے شعلے تمہارا انتظار کر رہے ہیں — آؤ — میری طرف آؤ"

اختر نے کھڑکی کھول دی اور بولا:

"مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں نہیں جاؤں گا۔ میں نہیں جاؤں گا"

اس کے ساتھ ہی کیپٹی کے جن دوست کی آواز کمرے

میں گونج اٹھی:

"کیا نہیں جاؤں گا، نہیں جاؤں گا لگا رکھی ہے تم نے — چلو اس کے ساتھ — چلو — لگاؤ کھڑکی میں سے باہر چھلانگ چلو۔ چلو۔"

کیٹی جن دوست کی آواز پر چپ ہو گئی۔ اس غیبی آواز کو سن کر قاتل اختر کے رہے سہے ہوش بھی غائب ہو گئے اور اس نے چیخ مار کر کھڑکی میں سے باہر بازار کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ رات کی خاموشی میں ساتویں منزل کی کھڑکی میں سے نیچے سڑک پر ایک زور دار آواز کے ساتھ گرا اور اس کی ہڈی پسلی سرمہ بن گئی اور وہیں مر گیا۔ برائی کا انجام برائی پر ختم ہوا۔ بزرگوں نے ٹھیک کہا ہے کہ بُرے کام کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔

کیپٹی نے کھڑکی میں سے جھانک کر نیچے دیکھا۔ سڑک پر قاتل کی لاش پڑی تھی۔ اس نے برقعہ اٹھا لیا تا کہ زرینہ کا برقعہ قاتل کے گھر پر نہ رہ جائے اور نیچے آ گئی۔ لاش سڑک پر بری حالت میں پڑی تھی اور ایک کتا اس کے پاس کھڑا بھونک رہا تھا۔

کیٹی ابھی تک زرینہ کے خاوند کی شکل میں تھی۔ اس نے اپنی اصلی شکل ذہن میں لا کر چٹکی بجا دی۔ کم بخت اس بار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ اس نے دیکھا کہ وہ ایک غیر ملکی ہوائی کمپنی پین ایم کی ائر ہوسٹس کی نیلی اور سفید وردی میں ہے اور ایک ویگن میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ڈرائیور ویگن لیے جا رہا ہے۔ وہ حیران ہوئی کہ کہاں سے کہاں آن پہنچی ہے۔ یہ جن اب اس کے ساتھ کس قسم کی شرارتیں کرنے لگا ہے۔ پہلے شکل بدل دیتا تھا اب جگہ اور عہدہ بھی بدل دیتا ہے۔

ڈرائیور نے پیچھے دیکھے بغیر کہا:

"مس مارتھا! آج کی فلائیٹ آدھ گھنٹہ لیٹ ہے۔"

کیٹی سمجھ گئی کہ اس کا نیا نام مارتھا ہے۔ وہ پین ایم ائر لائنز کی ائر ہوسٹس ہے اور اس کا کرسچین نام مارتھا ہے اور وہ کراچی کی رہنے والی ایک خوبصورت عیسائی لڑکی ہے اور یہ ویگن اسے ائر پورٹ پر اس کے جہاز کی طرف لیے جا رہی ہے اور اس کے جہاز کی فلائیٹ آدھ گھنٹہ لیٹ ہو گئی ہے اس نے کہا:

"ہاں ــــ مجھے فون پر اطلاع مل چکی ہے۔"

ویگن کے اندر اور کیٹی کی وردی پر PAN AM یعنی پین امریکن ائر لائنز کا بلا لگا ہوا تھا۔ گویا وہ چٹکی بجاتے ہی ایک دم سے پین امریکن ائر لائنز کی ایک خوش شکل ائر ہوسٹس

بن گئی تھی اور اب اپنے جہاز پر سوار ہو کر شاید لندن یا امریکہ جا رہی تھی۔ وہ خوش ہوئی مگر اچانک اسے عنبر ناگ ماریا کا خیال آ گیا کہ خدا جانے وہ اس وقت کہاں ہوں گے اور خدا جانے اب ان سے کب اور کہاں پر ملاقات ہو گی۔

ائر پورٹ آ گیا۔ ویگن سے اتر کر کیٹی انٹرنیشنل لاؤنج میں سے گزرتی ہوئی کھلی جگہ پر رن وے کے قریب کھڑے اپنے پین ایم طیارے کے پاس آ گئی۔ یہ ایک بہت بڑا دو منزلہ جمبو جیٹ ہوائی جہاز تھا جس پر سامان لادا جا چکا تھا۔ اب مسافروں کے سوار ہونے کی باری تھی اور لاؤنج میں مسافر قطاریں کھڑے ہو گئے تھے۔ ان مسافروں میں زیادہ لوگ انگریز اور امریکی تھے۔ چند ایک جرمن بھی تھے جن کو فرینکفرٹ جانا تھا جو جرمن ملک کا ایک خوب صورت شہر تھا اور جہاں جہاز نے کراچی سے اڑنے کے بعد پہلی بار رکنا تھا۔

کیٹی جہاز میں داخل ہو گئی۔ دوسری ائر ہوسٹس لڑکیوں نے مسکرا کر کیٹی کو خوش آمدید کہا۔ جیسے وہ سب اس کو پہلے ہی سے جانتی تھیں۔ جہاز کے دونوں پائلٹ بھی کیٹی کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس کے پاس سے گزر کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاک پٹ میں داخل ہو گئے ۔ کاک پٹ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں دونوں پائلٹ اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ کر جہاز کو چلاتے ہیں ۔

مسافر آنا شروع ہو گئے ۔ کیٹی ان کو مسکرا مسکرا کر ویلکم کہہ رہی تھی ۔ جب سب مسافر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور جہاز کی سیڑھی پیچھے کھینچ لی گئی تو طیارے کے دونوں دروازے بند کر دیئے گئے ۔ کیٹی دوسری ائر ہوسٹس لڑکیوں کے ساتھ مسافروں میں گھوم پھر ان کی خاطر داری کر رہی تھی ۔ کسی کو کافی کا کپ دیتی ۔ کسی کو چکر دور کرنے والی گولیاں دیتی ۔ کسی بچے کا دودھ گرم کر کے لاتی ۔ اتنے میں جہاز میں کیپٹن نے اعلان کیا ۔

"لیڈیز اینڈ جنٹل مین ! ہم ٹیک آف کر رہے ہیں برائے مہربانی اپنی پیٹیاں کس لیجئے اور سگریٹ پینے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے سگریٹ بجھا دیں ۔ شکریہ کراچی سے پرواز کرنے کے بعد ہماری پہلی منزل فرینکفرٹ ہو گی جو جرمنی کا ایک مشہور شہر ہے ۔ شکریہ !"

دو منزلہ جمبو جیٹ کو ٹیکسی کر کے ، یعنی کھینچ کر رن وے پر لایا گیا ۔ یہاں سے وہ اس رن وے پر پہنچا جہاں

سے اس نے ہوا میں بلند ہونا تھا ۔ کیٹی جہاز کے اندر مسافروں کو چائے پانی پلا رہی تھی ۔ کہ جمبو جیٹ کے انجن فل سپیڈ پر کھول دیئے گئے ۔ جہاز نے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنی رفتار ایک دم تیز کر دی ۔ یہ رفتار اتنی تیز ہو گئی تھی کہ درخت زوں زوں کر کے گذر رہے تھے ۔ پھر ایک دم سے جہاز کے پہیوں نے زمین چھوڑ دی اور وہ ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا ۔ اوپر جا کر کیٹی کو معلوم ہوا کہ ان کی منزل واشنگٹن ہے ۔ یعنی یہ جہاز جو کراچی سے رات کے دس بجے چلا تھا ۔ فرینکفرٹ ، لندن اور نیویارک سے ہوتا ہوا واشنگٹن جا رہا تھا ۔

کیٹی نے سوچا کہ وہ واشنگٹن جا کر کیا کرے گی ۔ پھر اسے خیال آیا کہ ایک بار ناگ بھی واشنگٹن پہنچ گیا تھا ۔ ہو سکتا ہے وہ اب بھی وہیں ہو اور اس سے ملاقات ہو جائے ۔ جہاز کافی بلندی پر آ گیا تھا اور اب اپنی منزل کی طرف اڑا جا رہا تھا ۔ نو گھنٹے کے سفر کے بعد جہاز فرینکفرٹ پہنچ گیا جو مغربی جرمنی کا خوب صورت صاف ستھرا شہر ہے ۔ یہاں ایک گھنٹہ رکنے کے بعد جہاز اڑا اور ایک پون گھنٹے کے بعد لندن کے ہیتھرو ائر پورٹ پر اتر گیا ۔ یہاں بھی ایک گھنٹہ رکا اور پھر جو اڑا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پورے ساڑھے نو گھنٹے تک بحرالکاہل اور بحرِ اوقیانوس کے سمندروں کے اوپر آسمانوں میں اڑتے رہنے کے بعد نیو یارک کی ائر پورٹ پر اتر گیا۔

یہاں جہاز دو گھنٹے رُکا رہا۔ یہاں سے اُڑا تو ایک گھنٹے کے بعد امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن کے نیشنل ائر پورٹ پر جا کر رُکا۔ یہی اس کی منزل تھی۔ کیٹی اپنی دوسری امریکی سہیلیوں کے ساتھ نیشنل ائر پورٹ سے نکل کر گاڑی میں بیٹھی اور ائر ہوسٹل میں آ گئی۔ یہ ائر ہوسٹل لڑکیوں کے لیے بنایا گیا تھا اور وہ یہاں آ کر قیام کرتی تھیں۔

کیٹی کو معلوم ہوا کہ اسے ایک ہفتہ واشنگٹن میں رہنا ہو گا کیوں کہ جہاز دوبارا ایک ہفتے کے بعد وہاں سے واپس پرواز کرے گا۔ اس کی سہیلیوں نے پروگرام بنایا کہ ایک ہفتے کی چھٹیاں جنوبی امریکہ کے کسی ملک کی سیر کر کے گذاری جائیں۔ کیٹی کو یہ خیال پسند آیا۔ اس نے کہا:

"ہم ضرور سیر کو جائیں گی۔ کیا خیال ہے، کہاں جایا جائے؟"

شرلے بولی:

"میرا تو خیال ہے ڈزنی لینڈ کی سیر کی جائے۔"

مارگریٹ نے کہا:

"نہیں میٹی — ڈزنی لینڈ تو کئی بار دیکھ چکے ہیں۔ ہمیں کسی انوکھی اور نئی جگہ جانا چاہیے۔"

شرلے نے کہا:

"تو پھر سارے جنوبی امریکہ میں صرف ایک ہی جگہ سب سے انوکھی اور نئی ہے۔"

"وہ بھلا کون سی جگہ ہے؟ اور وہاں کیا عجیب شے ہے؟"

کیٹی نے پوچھا۔

شرلے کہنے لگی:

"جنوبی امریکہ میں ایک ملک ہے جس کا نام پیرو ہے۔ اس کے مغربی ساحل کے قریب صحرائے نازکا میں ایک جگہ بجری اور بڑے بڑے پتھروں کو صاف کر کے اتنے بڑے بڑے نقشے اور جیومیٹری کی شکلیں بنائی گئی ہیں کہ کسی کو آج تک یقین نہیں آتا کہ یہ شکلیں کسی انسان نے بنائی ہیں۔"

کیٹی نے پوچھا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو پھر کس نے بنائی ہیں؟ کیا وہاں جن بھوت رہا کرتے تھے جنہوں نے ایسی شکلیں بنا ڈالی تھیں؟"

شرلے بولی:

"کہتے ہیں کہ ہزاروں سال پہلے یہاں آسمان سے کسی سیارے کی خلائی مخلوق اتری تھی۔ انہوں نے یہاں اپنی اڑن طشتریوں کے اترنے کے لیے ایک ائرپورٹ بنایا تھا۔"

کیٹی کا ماتھا ٹھنکا۔

مارگریٹ نے کہا:

"پھر وہ خلائی مخلوق کہاں چلی گئی؟"

شرلے نے کہا:

"کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ پرانی کہانیوں میں اتنا لکھا ہے کہ وہ خلائی مخلوق کچھ عرصہ جنوبی امریکہ کے اس علاقے میں بسر کرنے کے بعد واپس اپنے سیارے میں چلی گئی اور ان کا خلائی ائرپورٹ ویران ہو گیا۔"

مارگریٹ بولی:

"ارے نہیں۔ میں نے وہاں لوگوں کو کہتے سنا ہے

کہ اس خلائی مخلوق کا ایک آدمی ابھی تک وہاں موجود ہے اور دو ہزار برس سے ایک غار میں زندہ ہے مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ اس خلائی آدمی کو ہماری آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔"

کیٹی نے پوچھا:

"تو پھر اسے کون دیکھ سکتا ہے؟"

مارگریٹ نے کہا:

"کہتے ہیں اسے وہی شخص دیکھ سکتا ہے جو خود آسمانی مخلوق ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بھی خلا کے کسی سیارے کا رہنے والا ہو۔"

شرلے بولی:

"بھئی یہ جگہ تو ضرور دیکھنی چاہیے۔ اسی لیے میں نے تم دونوں کے سامنے یہ پروگرام رکھا ہے دو دن میں واپس بھی آ جائیں گی۔"

مارگریٹ نے کیٹی سے پوچھا:

"مارتھا! تمہارا کیا خیال ہے؟"

کیٹی اپنے خلائی خیالوں میں گم ہو گئی تھی۔ وہ بھی خلائی مخلوق تھی اور ایک حادثے کے بعد دور دراز کے ایک خلائی سیارے سے زمین پر آ کر ان سے بھاگ گئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ کیوں کہ وہ لوگ اسے قتل کرنا چاہتے تھے اور ماریا نے اہرام مصر میں اپنے تابوت میں لٹا کر غائب کر کے اس کی جان بچائی تھی۔ اس نے چونک کر کہا۔

"کیا کہا؟"

مارگریٹ نے قہقہہ لگایا اور بولی:

"لو بھئی۔ یہ تو پہلے ہی خلائی دنیا میں پہنچ گئی ہے۔ ارے ہم کہہ رہے ہیں کہ چلو گی ہمارے ساتھ پیرو کی خلائی ائر پورٹ دیکھنے؟"

کیٹی نے کہا:

"ہاں — میں ضرور جاؤں گی۔"

دل میں اس کے یہ خیال تھا کہ وہ پیرو کے صحرا میں جا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گی کہ کیا سچ مچ کوئی خلائی انسان وہاں کسی غار میں ہزاروں سالوں سے اب تک زندہ ہے؟ اگر زندہ ہوا تو اسے ضرور آ جائے گا۔ کیوں کہ وہ خود ایک خلائی مخلوق ہے۔ چنانچہ پیرو جانے کا پروگرام طے ہو گیا اور ایک روز یہ تینوں ائر ہوسٹس سہیلیاں، مارگریٹ، ماتھرے اور کیٹی TWA کے ایک جہاز میں سوار ہو کر جنوبی امریکہ کے ملک پیرو کے دارالحکومت پہنچ گئیں۔

ایک رات وہاں ہوٹل میں آرام کرنے کے بعد دوسرے روز انہوں نے ٹیکسی لی اور نازکا صحرا کی طرف روانہ ہو گئیں۔ یہ صحرا شہر سے دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ دوپہر کا کھانا انہوں نے راستے میں ہی کھایا۔ گرمی کافی تھی اور علاقہ بالکل ویران اور بنجر تھا۔ جگہ جگہ ریت اور بجری کے ٹیلے کھڑے تھے۔ آخر وہ نازکا صحرا میں اس جگہ پہنچ گئیں جہاں ایک جگہ ٹیلوں کے درمیان کتنے ہی پرانے کھنڈر اور یادگاریں موجود تھیں پتھروں سے لگتا تھا کہ یہ کئی ہزار سال پرانی عمارتیں ہیں۔ ایک کھلے میدان میں پتھروں کو صاف کر کے ایک طرف بہت بڑا ٹیلہ بنا دیا گیا تھا اور وہاں زمین پر ائر پورٹ کے رن وے کی طرح کی بڑی بڑی سڑکیں بنی تھیں جو ایک دوسری کو کاٹ رہی تھیں۔ یہاں جگہ جگہ زمین پر نقشے بھی بنائے گئے تھے۔ یہ نقشے اور شکلیں اتنی بڑی تھیں کہ زمین پر کھڑے ہو کر انہیں پوری طرح سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ جب سیاحوں کے ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر انہوں نے نیچے دیکھا تو یہ نقشے صاف نظر آنے لگے۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ نقشے ان جہازوں کے لیے بنائے گئے تھے جو آسمانوں سے وہاں اترنے والے ہوں۔ مگر سوال یہ تھا کہ آج سے دو تین ہزار سال پہلے ہوائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جہاز کہاں سمجھے: تو کیا واقعی کوئی خلائی مخلوق وہاں آئی تھی؟ کیبٹی کو یقین تھا کہ خلائی مخلوق ضرور وہاں آئی ہوگی۔ کیوں کہ وہ خود آج سے تین ہزار سال پہلے اپنے خلائی ساتھیوں کے ہمراہ زمین پر اتری تھی۔ اور پھر ایک حادثے کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ واپس اپنے سیارے پر نہ جا سکی تھی اور یہیں زمین پر عنبر ناگ اور ماریا کے ساتھ اس نے اپنا ہزاروں سال سفر شروع کر دیا تھا۔

منڑے نے کیبٹی کے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہا:

"کیوں مارتھا! تم کس دنیا میں گم ہو۔ کیا اب بھی یقین نہیں آیا کہ یہ خلائی مخلوق کا ائیرپورٹ ہے۔"

کیبٹی نے کہا:

"ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔ کیوں کہ میں خلائی مخلوق پر یقین نہیں رکھتی۔"

مارگریٹ نے پوچھا:

"کیوں؟"

کیبٹی نے کہا:

"اس لیے کہ مجھے آج تک کبھی کوئی خلائی عورت یا مرد نہیں ملا۔"

منڑے نے قہقہہ لگایا اور کہا:

"اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی خلائی مخلوق ہی نہیں ہے۔"

مارگریٹ بولی:

"ویسے سچ پوچھو تو میں بھی کسی خلائی مخلوق اور اڑن طشتریوں کے ڈھونگ کو نہیں مانتی۔ یہ سب فراڈ اور خیالی باتیں ہیں۔ دیکھو نا۔ اب ہمارے ملک امریکہ کی خلائی شٹل کولمبیا کئی بار خلا کی سیر کر چکی ہے۔ ہمارے خلا باز بھی کئی دن خلا میں گھومتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی خلائی مخلوق ہوتی تو انہیں نہ ملتی؟"

منڑے نے کہا:

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ ہمارے خلا باز تو زمین سے زیادہ سے زیادہ اسی نوے یا سو میل کی بلندی پر خلا میں چہل قدمی کرتے ہیں اور یہ خلائی مخلوق تو یہاں سے کروڑوں بلکہ اربوں میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ ان سے ہماری خلا بازوں کی ملاقات بھلا کیسے ہو سکتی ہے۔ کیوں مارتھا تمہارا کیا خیال ہے؟"

کیبٹی نے مسکرا کر کہا:

"سچی سچ پوچھو تو میں تمہارے ساتھ ہوں کیوں کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں بھی اڑن طشتریوں اور خلائی مخلوق کی قائل نہیں ہوں۔ یہ ساری باتیں بچوں کو بہلانے اور کامک بنانے کی باتیں ہیں۔"

مرٹلے بولی:

"اس کا ایک ثبوت بھی موجود ہے مگر افسوس کہ وہ کسی انسان کو نظر نہیں آ سکتا۔"

مارگریٹ نے کہا:

"تمہارا اشارہ اس خلائی انسان کی طرف ہے جو لوگوں کی قصہ کہانیوں کے مطابق ڈیڑھ ہزار سال سے آج بھی اس علاقے کے کسی غار میں زندہ ہے؟"

مرٹلے نے کہا:

"ہاں — وہ خلائی انسان ضرور یہاں کسی نہ کسی صحرائی غار میں چھپا ہوا ہے۔"

مارگریٹ نے مرٹلے کی طرف منہ چڑا کر کہا:

"اری مرٹلے! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔ تم اتنی ماڈرن دنیا میں رہ کر بھی اس قسم کی دقیانوسی کی باتیں کرتی ہو۔ بھلا کبھی کوئی انسان دو ہزار سال تک زندہ رہ سکتا ہے؟"

کیٹی کے منہ سے نکل گیا:

"رہ سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" مارگریٹ نے جھٹ سوال کر دیا۔

اب کیٹی نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے منہ سے ایک ایسی بات نکل گئی تھی جو اگرچہ بالکل سچی بات تھی مگر جس کے بارے میں اسے کسی کو بتانے اور کسی دوسرے انسان پہ اس راز کے افشا کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں تھی۔ اس نے کہا:

"نہیں نہیں۔ میں کہہ رہی تھی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان دو ہزار سال تک زندہ رہے؟ یہ تو بالکل ہی ناممکن بات ہے۔"

مارگریٹ نے کوکا کولا کا ڈبہ کھولتے ہوئے کہا:

"یہی تو میں کہہ رہی تھی۔ میرا خیال ہے اب ہمیں واپس چلنا چاہیے کیوں کہ یہاں کی گرمی اور تپش سے میرا خون کھولنے لگا ہے۔"

مرٹلے بولی:

"ہاں بھئی اس کا خون کھول گیا تو ہماری خیر نہیں۔ چلو واپس چلتے ہیں۔"

ہوٹل میں واپس آ کر مرٹلے اور مارگریٹ نہانے کے لیے باتھ روم میں گھس گئیں اور کیٹی ہوٹل کے برازیلی مالک کے پاس جا کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی پھر اس نے باتوں ہی باتوں میں پیرو کے خلائی کھنڈرات اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس خلا باز کے قصّے کی بات چھیڑ دی جو پرانی قصّے کہانیوں کے مطابق کئی ہزار سالوں سے زندہ تھا اور کسی صحرائی غار میں چھپا ہوا تھا۔

برازیلی بوڑھے نے اپنے پوپلے منہ میں سے پائپ نکال کر کہا:

"بیٹی یہ قصّے کہانیاں نہیں ہیں۔ وہ خلائی انسان زندہ ہے۔ میرے دادا نے اسے خود دیکھا تھا۔"

کیٹی نے کہا:

"مگر وہ تو سنا ہے کہ کسی زمین کے رہنے والے کو نظر نہیں آتا۔ اسے تو صرف کوئی خلائی انسان ہی دیکھ سکتا ہے۔"

برازیلی بوڑھے نے کیٹی کو آنکھ مار کر کہا:

"میرا دادا بھی خلائی انسان تھا۔"

"کیا؟" کیٹی نے حیرانی سے پوچھا:

برازیلی کہنے لگا:

"میرا مطلب ہے کہ وہ خلا باز میرے دادا کا دوست بن گیا تھا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر اکثر پرانے قصّے کہانیاں سنایا کرتا تھا۔"

کیٹی کو معلوم تھا کہ یہ بوڑھا گپ مار رہا ہے مگر وہ اس سے یہ پتہ کرنا چاہتی تھی کہ وہ غار کہاں ہے

جہاں لوگوں کے کہنے کے مطابق ایک خلا باز چھپا ہوا ہے۔

برازیلی بوڑھے نے کہا:

"وہ غار اسی صحرا کے دوسرے کنارے ایک سنگلاخ چٹان کے اندر ہے۔ میرا دادا وہاں جایا کرتا تھا۔ میرا دادا بہت بڑا شکاری بھی تھا۔ ایک روز اس نے خواب میں شیر دیکھا اور اسے گولی چلا کر خواب ہی میں مار ڈالا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ چارپائی پر لیٹا ہوا ہے اور قریب ہی زمین پر ایک خوفناک شیر مُردہ پڑا ہے یعنی میرے دادا جان نے بندوق تو خواب میں فائر کی مگر شیر حقیقی دنیا میں ہلاک ہو گیا۔"

کیٹی نے فیصلہ کر لیا کہ وہ نازکا صحرا کے اس پار وہ غار ضرور دیکھے گی جہاں ایک خلائی انسان آج سے دو ہزار برس پہلے سے چھپا ہوا زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس نے اپنی سہیلیوں سے کہا کہ وہ اپنی ایک کزن سسٹر سے ملنے میکسیکو جا رہی ہے اور ایک دن میں واپس آ جائے گی۔

کیٹی شہر آ گئی۔ یہاں اس نے سفر کا ضروری سامان خریدا اور ایک زبردست طاقت والی جیپ لے کر صحرا میں اپنا تکلیف دہ اور مشکل سفر شروع کر دیا۔ دو دن اور ایک رات سفر کرنے کے بعد وہ صحرا کے دوسرے کنارے پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہنچ گئی۔ یہ کنارہ پہلے صحرائی کنارے کی طرح ہی بنجر اور ویران تھا اور دُور دُور کچھ ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ کیپٹی نے اپنی جیپ کے اندر ہی دن گذار دیا۔ شام کو ذرا خنکی ہوئی تو اس نے جیپ سٹارٹ کر دی۔ وہ ان ٹیلوں کے پاس جانا چاہتی تھی جو اگرچہ دور سے اتنے فاصلے پر نہیں لگ رہے تھے۔ لیکن اصل میں وہاں سے ایک سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھے۔

کیپٹی ویران تپتے صحرا میں سارا دن اور ساری رات سفر کرتی رہی۔ خلائی لڑکی ہونے کی وجہ سے نہ اسے گرمی لگ رہی تھی۔ نہ رات کو ٹھنڈ لگتی تھی اور نہ اسے بھوک پیاس تنگ کرتی تھی۔ اس نے پیرو سے چلتے ہوئے جو تھوڑا بہت پانی پیا تھا۔ یہی اس کے لیے کافی تھا۔ ویسے صحرائی سفر نے ایک طرح سے کیپٹی کو بھی نڈھال سا کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں ریت بھربھری شروع ہو گئی تھی اور جیپ کے پہیے ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔

دوسری اس کے انجن میں اتنی ریت گھس چکی تھی کہ اس نے چلنے سے انکار کر دیا تھا اور بار بار کھانس رہا تھا۔ کیپٹی نے دیکھا کہ پُراسرار پہاڑ جن کے دامن میں کسی جگہ وہ چٹان بھی ضرور موجود تھی جس کے اندر پُراسرار خلائی انسان چھپا ہوا تھا اب زیادہ دور نہیں رہ گئے تھے۔

جیپ خراب ہو چکی تھی۔ کیپٹی اس میں سے باہر نکل

آئی اور اس نے پیدل ہی پہاڑی ٹیکریوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ کیپٹی کے پاؤں پنڈلیوں تک نرم ریت میں دھنسے جا رہے تھے۔ مگر وہ برابر آگے بڑھ رہی تھی اور آخر وہ ان ٹیلوں کے درمیان پہنچ گئی۔

رات بڑی ٹھنڈی تھی اور ستارے خوب چمک رہے تھے مگر ان کی روشنی سیاہ بنجر پہاڑیوں کی وجہ سے دب گئی تھی۔ کیپٹی کو اب ایک چٹان کی تلاش تھی۔ کیونکہ برازیلی بڈھے نے کہا تھا کہ وہ خلائی آدمی ایک چٹان کے اندر رہتا ہے۔ کیپٹی نے پہاڑیوں میں چلنا پھرنا شروع کر دیا۔ چاروں طرف گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا کسی قسم کی معمولی سی آواز بھی کسی طرف سے نہیں آ رہی تھی۔ گھومتے پھرتے آخر کیپٹی نے ایک جانب کونے میں دو پہاڑیوں کے درمیان درّے کے کنارے پر ایک بہت بلند چٹان کھڑی تھی۔ کیپٹی لپک کر اس چٹان کے پاس آ گئی۔ برازیلی بڈھے کی بات درست نکلی تھی۔ کیپٹی نے چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھا مگر نہ تو اسے کوئی سگنل ملا اور نہ اسے کوئی خلائی انسان ہی نظر آیا۔ اس کی جیپ وہاں سے زیادہ دور صحرا میں نہیں کھڑی تھی۔ کافی دیر تک کیپٹی وہاں گھومتی پھرتی رہی۔ مگر اسے خلائی انسان تو کیا وہاں کوئی ایک ننھا سا چڑا بھی نظر نہ آیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ واپس صحرا میں ایک جگہ ریت میں دھنسی ہوئی جیپ میں آ کر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ اس نے خوامخواہ اتنا لمبا سفر کیا۔ وہ سیٹ پر لیٹ گئی اور سر جیپ کی کھڑکی کے ساتھ لگا دیا۔ اب وہ خلائی انسان کو بھول کر عنبر ناگ اور ماریا کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ واشنگٹن میں رہ کر اپنے ساتھیوں کو تلاش کرتی تو ہو سکتا تھا کہ وہاں ناگ سے ملاقات ہو جاتی۔ یہی سوچتے سوچتے اسے پہلی بار اونگھ سی آ گئی۔ اب اس کے اندر بھی اتنی دیر تک زمین پر رہنے کی وجہ سے زمین کے انسانوں والی کمزوریاں آنے لگی تھیں۔ پہلے اسے کبھی اونگھ نہیں آئی تھی۔ اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ لگے کوئی چند ایک سیکنڈ ہی گزرے ہوں گے کہ اس کی آنکھ ایک دم کھل گئی۔ اسے ایک ایسی آواز سنائی دی تھی جو صرف ایک خلائی لڑکی ہی سن سکتی تھی۔ چونکہ وہ خود ایک خلائی لڑکی تھی اس لیے اس نے یہ آواز صاف سنی تھی۔ یہ ایک سگنل کی آواز تھی۔ کیٹی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور باہر دیکھنے لگی۔

ستاروں کی روشنی میں صحرا خاموش اور دور تک ویران تھا کیٹی نے گھور گھور کر چاروں طرف دیکھا۔ اسے کسی جگہ پر بھی کوئی خلائی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

○

طلسمی تختی اور سانپوں کا غار

کیٹی جیپ میں سے باہر نکل آئی۔

وہ دیر تک صحرا میں پھرتی رہی۔ اس نے ایک خاص سگنل کی آواز ضرور سنی تھی۔ اس کو اتنا یقین ہو گیا تھا کہ یہاں کوئی خلائی مخلوق ضرور ہے۔ مگر وہ اس کے سامنے نہیں آ رہی تھی۔ صحرا کی رات خاموش تھی پھر آہستہ آہستہ ستاروں کی روشنی بھی پھیکی ہونے لگی۔ اور صبح کی نیلی نیلی روشنی آسمان پر چاروں طرف بکھرنی شروع ہو گئی۔ دن نکل آیا۔ صحرا سورج کی روشنی میں چمک اٹھا۔ کیٹی کو وہاں کوئی خلائی مخلوق نہ مل سکی۔ جیپ کے انجن کو اس نے آدھا دن لگا کر ٹھیک کیا اور پھر واپس روانہ ہو گئی۔

○

کیٹی کو ہم اسی جگہ تھوڑی کے لیے چھوڑتے ہیں اور اب واپس عنبر ناگ اور ماریا کی طرف چلتے ہیں۔ وہ اترتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساحل سے بادبانی جہاز پر سوار ہو کر ملک ہسپانیہ کی طرف سفر کر رہے تھے، کیوں کہ انہیں امید تھی کہ کیٹی سے ان کی ملاقات ہسپانیہ کے کسی شہر میں ہی ہو گی۔ ان کے جہاز کو سمندر میں سفر کرتے تین دن گزر گئے تھے۔ سمندر کی لہریں پُر سکون تھیں۔ راستے میں کوئی طوفان نہیں آیا تھا۔ مسافر جہاز پر آرام سے اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ جہاز پر افریقہ اور عرب ملک کے مسافر سوار تھے۔ عنبر، ناگ اور ماریا جہاز کے عرشے پر ایک طرف بادبان کے نیچے ٹھکانا بنا کر سفر کر رہے تھے۔

پانچ دن کے سفر کے بعد جہاز راستے میں ایک جزیرے پر ٹھہرا۔ یہاں سے کچھ مسافر سوار ہوئے۔ کچھ مسافر اُتر گئے۔ کچھ مال بھی جہاز پر لادا جانے لگا۔ عنبر اور ناگ عرشے کے جنگلے پر جہاز کے اوپر کھڑے نیچے مسافروں کو اُترتے اور چڑھتے دیکھ رہے تھے۔ ماریا بھی ان کے پاس ہی کھڑی تھی مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ مسافروں میں انہیں ایک اونچا لمبا آدمی نظر آیا جس کے سر کے لمبے بال تھے اور داڑھی سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کندھے پر تھیلا لٹکا رکھا تھا اور ہاتھ میں ایک لکڑی کی تختی تھی۔ اس تختی کے ساتھ ایک بانس کا قلم لٹک رہا تھا۔ اس قسم کے بانس کے قلم اس زمانے میں ہوا کرتے تھے۔ ان کے اندر سیاہ

رنگ بھرا ہوا ہوتا تھا اور اس سے منشی لوگ تختی اور چمڑے پر لکھا کرتے تھے۔

عنبر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"ناگ ماریا! یہ اونچا لمبا آدمی مجھے کوئی پُراسرار آدمی لگتا ہے۔"

ماریا بولی:

"اس کے ہاتھ میں تختی ہے۔ مجھے تو کوئی منشی لگتا ہے یا زمین کی پیمائش کرنے والا۔"

ناگ نے کہا:

"شاید تم نے اس کے گلے میں پڑا ہوا تانبے کا نقش نہیں دیکھا۔ تمہیں یاد ہوگا۔ اس قسم کے نقش ہمارے قدیم مصر میں کاہن جادوگر بنایا کرتے تھے۔"

عنبر بولا:

"ہاں — تم نے ٹھیک کہا۔ ایسے طلسمی نقش ہمارے شاہی محل کا ایک مسافر بنایا کرتا تھا۔"

ماریا نے کہا:

"تو کیا تمہارے خیال میں یہ کوئی جادوگر ہے؟"

عنبر بولا:

"میرا تو خیال ہے کہ اس نے دیسے ہی یہ تانبے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا نقش گلے میں ڈال رکھا ہے۔ یہ کوئی جادوگر نہیں ہے۔"

یہ اونچا لمبا ڈاڑھی والا آدمی جہاز کے اوپر عرشے پر آ کر جہاز کے سامنے والے حصے میں ایک جگہ کھڑا ہو گیا اور سمندر کی پرسکون نیلی لہروں کی غور سے دیکھنے لگا۔

ماریا بولی:

"اس کی حرکتیں بھی بڑی پُراسرار ہیں۔ میں اس کے قریب جا کر دیکھتی ہوں۔"

ماریا وہاں سے ہٹ کر عرشے پر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس پُراسرار آدمی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ پُراسرار آدمی نے بالش کی قلم ہاتھ میں لے کر تختی پر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔ ماریا کو اس آدمی کے کپڑوں سے اس قسم کی بُو آئی جیسی بُو اسے ان آدمیوں سے آیا کرتی تھی جو قدیم مصر کے زمانے میں مُردہ لاشوں میں مصالحے بھر کر ان کی ممیاں بنایا کرتے تھے۔ ماریا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ شخص تختی پر کیا لکھ رہا ہے۔ پہلی بات تو اس نے یہ دیکھی کہ تختی جو اس آدمی نے اپنے بازوؤں میں تھام رکھی تھی وہ قبر کے کتبے کی شکل کی تھی۔ اب جو اس نے آگے بڑھ کر تختی پر نظر ڈالی تو چونک اٹھی۔ وہ آدمی تختی پر اس کا نام لکھ رہا تھا۔

"ماریا۔"

ماریا پریشان سی ہو کر پیچھے کو مڑنے لگی تا کہ عنبر اور ناگ کو جا کر بتائے کہ یہ پُراسرار آدمی اپنی کتبے کی شکل ایسی تختی پر اس کا نام لکھ رہا ہے کہ اس کے جیسے پاؤں کسی نے پکڑ لیے۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہل سکی۔ ماریا گھبرا گئی۔ اس نے پورا زور لگا کر پیچھے کو چھلانگ لگانی چاہی مگر وہ تو اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ حرکت کر سکی۔ اس نے پریشان ہو کر عنبر اور ناگ کو زور سے آواز دی۔ مگر یہ آواز اس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔

اتنے میں اس لمبی ڈاڑھی والے پُراسرار آدمی نے آہستہ سے کہا:

"ماریا: تم واپس نہیں جا سکو گی۔ تم آواز بھی نہیں نکال سکو گی۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی۔"

ماریا نے حیرانی سے کہا:

"تم — تم کوئی جادوگر ہو کیا؟"

پُراسرار آدمی نے کہا:

"تم یہی سمجھ لو۔ مگر میرا نام شاکول ہے اور تم اس وقت میری تختی کے طلسم میں قید ہو چکی ہو۔ نہ تم یہاں سے ہل سکتی ہو اور نہ تمہاری کوئی آواز سن کر تمہاری مدد کر سکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا بولی:

"تم ــــ تم کون ہو اور ــــ اور تم نے مجھے اپنی تختی کے جادو میں کس لیے قید کیا ہے؟"

شاکول ساحر نے کہا:

"میں شاکول ہوں۔ مگر میں مسافر نہیں ہوں، جادوگر نہیں ہوں، لیکن مجھے ایک خاص مقصد پورا کرنے کے لیے سامری نے ایک خاص جادو عطا کر رکھا ہے۔"

"مگر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" ماریا نے عاجز آ کر سوال کیا۔

شاکول ساحر بولا:

"یہ تمہیں اس جگہ پہنچ کر بتاؤں گا جہاں میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

ماریا نے محسوس کیا کہ اگرچہ وہ اس کے ساتھ باتیں کر رہا تھا مگر اس کی آواز ارد گرد بیٹھے ہوئے مسافر بالکل نہیں سن رہے تھے۔ ماریا نے دیکھا کہ عنبر اور ناگ دُور جہاز کے دوسرے کونے میں جنگلے کے ساتھ کھڑے اس پُراسرار آدمی کی طرف تک رہے تھے۔ اصل میں وہ ماریا کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جو انہیں یہ کہہ کر گئی تھی کہ اس پُراسرار آدمی کو قریب سے دیکھ کر ابھی واپس آتی

ہے۔ ماریا نے دیکھا کہ پُراسرار ساحر شاکول نے تختی پر ماریا کے لکھے ہوئے نام پر لکیر مار دی اور لکیر کے ساتھ ہی ماریا کا نام اپنے آپ تختی پر سے مٹ گیا۔ پھر اس نے تختی پر عنبر کا نام لکھ دیا۔

ماریا نے چیخ کر کہا:

"عنبر! عنبر! یہ جادوگر اب تمہاری طرف آ رہا ہے ناگ ناگ! اس کو ہلاک کر دو۔"

شاکول ساحر بڑے مزے سے مسکرانے لگا اور بولا:

"ماریا! تمہارا کیا خیال ہے کہ عنبر اور ناگ تمہاری آواز سن لیں گے؟ نہیں۔ تمہاری اور میری آواز یہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں سن سکتا۔ اور میں تو ایک ماہ سے اس جزیرے کی بندرگاہ پر تم تینوں کا انتظار کر رہا تھا۔ اس لیے کہ میں تم تینوں کو کو اپنے ساتھ لینے نکلا تھا۔ تم میری قید میں آ گئی ہو۔ اب عنبر کو بھی قید کرنے جا رہا ہوں مگر پہلے تمہیں میں اس تختی کے گول دائرے میں آرام سے بٹھا دینا چاہتا ہوں۔"

پُراسرار شاکول ساحر نے تختی کے کونے میں چھوٹا سا گول دائرہ کھینچا اور ماریا کی طرف بانس کے قلم کا اشارہ کیا۔ قلم میں سے ایک باریک نیلی شعاع نکل کر اپنی جگہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر پتھر بن کر کھڑی ماریا کے جسم پر پڑی اور اس کا سارا جسم ایک چھوٹا سا نقطہ بن گیا۔ پراسرار شاگول نے قلم کی نوک سے ماریا کے نقطے کو اٹھایا اور تختی کے گول دائرے میں آرام سے رکھ دیا۔ اب ماریا اس چھوٹے سے گول دائرے میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ پراسرار ساحر شاگول جہاز کے عرشے پر اس طرف بڑھا جہاں عنبر اور ناگ کھڑے تھے۔ جونہی یہ پراسرار آدمی ناگ عنبر کے قریب آیا۔ ناگ کا جسم ایک دم سے لرزنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ آدمی اسے سخت نقصان پہنچانے آ رہا ہے۔ اس نے چلا کر کہا:

"عنبر! ہوشیار! سمندر میں کود جاؤ۔"

اور اس کے ساتھ ہی ناگ نے اوپر کو لمبا سانس کھینچا اور چاہا کہ کوئی پرندہ بن کر فضا میں اڑ جائے مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ پراسرار ساحر کے جادو کا پہلا اثر اس پر ہو گیا تھا۔ اس دوران عنبر سمندر میں چھلانگ لگانے ہی والا تھا کہ اس کے پاؤں بھی ماریا کی طرح پراسرار شاگول کے طلسم نے جکڑ لیے لیکن ناگ سمندر میں چھلانگ لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ سیدھا پانی میں گرا اور نیچے ہی نیچے اترتا چلا گیا۔ پھر اس نے پانی کے اندر ہی اندر تیرنا شروع کر دیا۔ اور دور جزیرے کے کنارے پر جا کر نکل آیا۔ اس

نے واپس نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ جہاز کے عرشے پر عنبر کہیں نہیں تھا۔ صرف وہی پراسرار تختی والا ساحر کھڑا سمندری کنارے کی طرف ادھر ادھر ناگ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ناگ جلدی سے گیلی ریت پر لیٹ گیا اور کیچوے کی طرح آہستہ آہستہ رینگتا ہوا جزیرے میں دور درختوں کی قطاروں میں پہنچ کر چھپ گیا۔ مگر اس کی نظریں برابر جہاز کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ناگ کی چھٹی حس سانپوں جیسی نے اسے یہ موقع پر بتا دیا تھا کہ یہ کوئی زبردست طلسمی طاقت رکھنے والا انسان ہے اور انہیں قید کرنے آ رہا ہے۔ یقیناً ماریا کو وہ پہلے ہی قید کر چکا ہو گا۔ ناگ نے ایک بار پھر سانس کھینچ کر کوئی جانور بننا چاہا مگر وہ نہ بن سکا۔ جادوگر شاگول کے جادو کی لہریں اس جزیرے میں پھیل چکی تھیں مگر چونکہ ناگ سانپوں کا دیوتا بن چکا تھا اس لیے جب تک یہ پراسرار جادوگر اس کے بالکل سامنے نہ آ جاتا ناگ پر اس کے جادو کی لہریں اس سے زیادہ اثر نہیں کر سکتی تھیں۔

ناگ سمجھ گیا تھا کہ اس پراسرار جادوگر نے ماریا کے بعد عنبر کو بھی اپنی قید میں ڈال کر گم کر دیا ہے اور اب وہ اس کی تلاش میں جزیرے پر آئے گا۔ اس لیے ناگ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں سے دوڑنا شروع کر دیا۔

پراسرار جادوگر شاکول نے عنبر کو پہلے اپنی جگہ پر پتھر کر دیا اور پھر اسے بھی اپنے طلسمی قلم کے اشارے سے نقطہ بنا کر تختی کے دوسرے دائرے میں بند کر دیا۔ عنبر کو ساتھ والے دائرے میں ماریا کی موجودگی کا احساس اس کی ہلکی ہلکی خوشبو سے ہو رہا تھا مگر وہ اس سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ عنبر اتنا چھوٹا سا نقطہ بن چکا تھا کہ اس کے حلق سے اگر چیخ بھی نکلتی تو اسے کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ اسے اس بات کی خوشی ضرور تھی کہ ناگ اس پُراسرار آدمی کی گرفت میں نہیں آ سکا تھا۔ عنبر حیران تھا کہ یہ کون شخص ہے اور اس نے اسے اور ماریا کو کس لیے جادو میں قید کیا ہے اور وہ ناگ کو بھی اپنے طلسم کے قبضے میں کر کے ان سے کیا چاہتا ہے؟

پُراسرار شاکول نے ناگ کو جزیرے کے درختوں میں رینگ کر جاتے دیکھ لیا تھا۔ ناگ پر اتنی دُور سے اس کا بھی جادو نہیں چل رہا تھا۔ کیوں کہ ناگ بہرحال سانپوں کا دیوتا تھا اور اسے اپنے طلسم میں لانا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ لیکن پراسرار شاکول کو ہر حالت میں ناگ کو پکڑ کر اپنی تختی میں نقطہ بنا کر جمانا اور پھر اپنے ساتھ فلسطین میں دریائے اردن کے کنارے والے ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں کے

پرانے قبرستان میں ضرور لے جانا تھا۔

پراسرار شاکول نے تختی کاندھے کے ساتھ لٹکائی اور جہاز کی سیڑھیاں اتر کر زمین پر آ گیا۔ دور سے ناگ نے بھی اسے جہاز سے اترتے دیکھ لیا تھا۔ وہ اسے پکڑنے آ رہا تھا۔ ناگ ہوشیار ہو گیا اور پہلے سے زیادہ تیز تیز دوڑنے لگا۔ یہ جزیرہ کافی بڑا تھا اور جنگل زیادہ بڑا نہیں تھا۔ درختوں کے جھنڈ بہت جلد ختم ہو گئے اور اب کالی اور زرد چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ناگ کو خوب معلوم تھا کہ یہ کوئی زبردست طاقت والا ساحر ہے اور کسی خاص مقصد کو ذہن میں رکھ کر ان تینوں کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے آیا تھا۔ اس لیے اس سے بچنا ہر حالت میں ضروری تھا۔ اس لیے بھی کہ ناگ باہر رہ کر ہی عنبر اور ماریا کی اس طاقتور طلسم سے رہائی کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔ ناگ چٹانوں میں کوئی ایسا غار تلاش کرنے لگا جس کے اندر داخل ہو کر وہ اس کا منہ پتھر سے بند کر سکے تاکہ پراسرار شاکول اس کے اندر داخل نہ ہو۔ کیوں کہ وہ صرف ناگ کے سامنے آ کر ہی اس پر جادو کر سکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ناگ عنبر اور ماریا کوئی معمولی انسان نہیں تھے۔ ان کے پاس بڑی زبردست طاقت تھی۔ اسی طاقت نے ان تینوں کو موت سے بچایا ہوا تھا۔ اس لیے پراسرار آدمی شاکول کا جادو ان پر اسی صورت

نہیں چل سکتا تھا کہ وہ اس کے بالکل قریب ہوں۔ ماریا نے تو خود اس کے قریب آکر اسے موقع دے دیا تھا کہ آ بیل مجھے مار۔

ناگ چٹانوں میں کوئی غار تلاش کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا مگر اسے کوئی غار تو کیا معمولی سا سانپ کا بل بھی نہیں آ رہا تھا۔ اچانک اسے ایک سانپ کی سبز کینچلی پتھروں میں پڑی ہوئی دکھائی دی۔ ناگ نے اس کینچلی پر منتر پڑھ کر پھونکا اور اس کے سانپ کو آواز دی:

"تم جہاں بھی ہو۔ فوراً یہاں پہنچو۔"

چند سیکنڈوں کے اندر اندر ایک سبز سانپ ناگ کے سامنے آکر جھک گیا۔ سانپ کی نئی نئی سبز کھال دن کی روشنی میں چمک رہی تھی۔

ناگ نے کہا،

"کیا تم مجھے کسی ایسے غار میں لے جا سکتے ہو جو زمین کی گہرائیوں میں ہو اور جس کے منہ کو بھاری پتھروں سے بند کیا جا سکے؟"

سانپ نے کہا:

"اے عظیم ناگ دیوتا! یہاں ایک زرد چٹان کے اندر گہری غار کو راستہ جاتا ہے میرے ساتھ آئیے۔"

سانپ ناگ کو ساتھ لے کر زرد چٹان کے ایک خفیہ

راستے میں سے اندر لے گیا۔ ناگ نے غار کے منہ کے آگے بھاری پتھر اس طرح سے رکھ دیا کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی غار بھی ہے۔ اس غار کے اندر ایک اور غار تھا۔ ایک جگہ زمین میں دراڑ تھی۔ اس دراڑ میں سے نکل کر ناگ زمین کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ نیچے ایک ندی بہہ رہی تھی اور پتھروں اور چھتوں میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ناگ اس ندی کے کنارے ایک جگہ پتھروں کے کھوہ میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اسے خوب معلوم تھا کہ جادوگر بڑا طاقتور ہے مگر وہ اس کے سامنے نہیں جانا چاہتا تھا اور اس کے جادو سے بچ کر عنبر اور ماریا کو اس کے قبضے سے آزاد کرانا چاہتا تھا۔

ناگ نے سانپ کو رخصت کر دیا اور اسے تاکید کر دی کہ اگر وہ لمبی ڈاڑھی اور سر کے لمبے لمبے اُلجھے اُلجھے بالوں والا کوئی اونچا لمبا آدمی دیکھے تو اس کے قریب آنے کی کوشش نہ کرے اور بھاگ جائے۔

دوسری طرف پراسرار شاکول تھیلی کاندھے پر لٹکائے۔ دوسرے کاندھے کے ساتھ جھولا لٹکائے، تھیلی کے دانوں میں عنبر اور ماریا کو نقطے بنا کر قید کیے اب ناگ کی تلاش میں چلا آ رہا تھا۔ اس نے جنگل کا ایک ایک کونا دیکھ لیا۔ وہاں ناگ کہیں نہیں تھا۔ اسے ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ سمندر میں دوبارہ نہ کود گیا ہو۔ کیوں کہ سمندر کے اندر جانے کے بعد پُراسرار شاکول اسے اپنی طلسمی گرفت میں نہیں لے سکتا تھا۔ افسوس کہ اس حقیقت کے بارے میں ناگ کو کوئی علم نہیں تھا۔ ورنہ وہ سمندر میں ہی تیرتا ہوا دور نکل جاتا۔ مگر اسے اس کی خبر نہیں تھی۔

زمین کی گہرائی میں کافی نیچے آنے کے بعد ناگ نے سانس اوپر کو کھینچا تو وہ سانپ بن گیا۔ اتنی گہرائی میں زمین کے اندر آ جانے کے بعد جادوگر شاکول کی طلسمی شکتی کے جادو کی لہریں اس پر کوئی اثر نہیں کر رہی تھیں۔ وہ ناگ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ ناگ کو بڑی خوشی ہوئی کہ اس نے سانپ کی شکل اختیار کر لی تھی اور اس کی طاقت اسے واپس مل گئی تھی۔ وہ رینگتا ہوا ندی کے پاس ہی کوئی پتھروں کے نیچے چھپ گیا۔ کچھ دیر وہاں چھپے رہنے کے بعد وہ وہاں سے نکل آیا اور رینگتا ہوا اوپر کی طرف جانے لگا۔ ناگ ہر حالت میں عنبر اور ماریا کے بارے میں چوکس رہنا چاہتا تھا۔ وہ ان دونوں کو الگ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اس پُراسرار جادوگر شاکول کے پیچھے پیچھے رہنا چاہتا تھا تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ وہ عنبر اور ماریا کو لے کر کہاں جاتا ہے۔

وہ زمین کی گہرائی سے نکل کر رینگتا ہوا کافی اوپر آ گیا

اب غار کی سطح اس سے ایک سو فٹ بلند تھی کہ اس کا جسم کانپنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہاں تک پُراسرار جادوگر شاکول کی طلسمی لہریں آ رہی ہیں۔ ناگ جلدی سے رینگتا ہوا واپس نیچے چلا گیا۔

اس کا خیال درست تھا۔ جادوگر شاکول اس وقت غار کے اندر موجود تھا اور ناگ کو تلاش کر رہا تھا۔ کیوں کہ اس نے ناگ کے قدموں کے نشان اس غار کے اندر جاتے دیکھ لیے تھے۔ ایک جگہ یہ نشان غار میں آ کر غائب ہو گئے تھے۔ شاکول اسی جگہ کھڑا ناگ کے پاؤں کے نشانوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس جگہ زمین میں ایک دراڑ پڑی ہوئی تھی۔ جادوگر شاکول اس دراڑ کے اندر جانے ہی والا تھا کہ اچانک زمین بھونچال سے ہلنے لگی۔ چٹان بھی لرز رہی تھی۔ زمین دائیں بائیں ہل رہی تھی۔ جادوگر شاکول ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس بھونچال کی وجہ سے زبردست کڑاکے کی آواز کے بعد زمین کی یہ دراڑ آپس میں مل گئی اور اب وہاں ایک چھوٹا سا سوراخ باقی رہ گیا تھا۔

پُراسرار شاکول اس سوراخ میں سے نیچے نہیں جا سکتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر غار میں رُکا رہا۔ جب بھونچال گزر گیا تو شاکول غار سے باہر نکل آیا اور بادبانی جہاز کی بندرگاہ کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد زمین کے نیچے آئے ہوئے ناگ کو بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احساس ہو گیا کہ پراسرار جادوگر کی طلسمی لہریں اس سے دور چلی گئی ہیں۔ وہ اوپر آ گیا۔ بھونچال کی وجہ سے زمین کی سطح پھٹ کر ایک چھوٹا سا سوراخ بن کر رہ گئی تھی۔

ناگ اس سوراخ میں سے نکل کر باہر غار میں آ گیا۔ اس کے جسم پر طلسمی لہروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ناگ سانپ کے روپ میں آہستہ آہستہ رینگتا ہوا غار میں سے باہر نکل آیا۔ وہ ایک ٹیلے پر رینگتا ہوا چڑھ گیا اور دور سے بادبانی جہاز کو دیکھنے لگا۔ ناگ جادوگر شاکول کی طلسمی لہروں کی حد سے دور رہ کر اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس نے اپنی طلسمی تختی پر عنبر اور ماریا کو چھوٹے سے نقطے بنا کر جکڑ رکھا تھا۔

ناگ کو دور سے جادوگر شاکول جہاز کی سیڑھیاں چڑھتا دکھائی دیا۔ ناگ وہیں بیٹھ کر بادبانی جہاز کے چلنے کا انتظار کرنے لگا۔ دن ڈوبنے والا تھا۔ دھوپ کا رنگ سنہری ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد جہاز کا لنگر اٹھا لیا گیا۔ بادبان کھول دیئے گئے اور جہاز آہستہ آہستہ سمندر کی لہروں پر روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ بھی ٹیلے سے اتر آیا اور رینگتا ہوا سمندر کی طرف چل پڑا۔ ناگ اپنے اور جادوگر شاکول کے درمیان ایک خاص فاصلہ رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس پر طلسمی لہروں کا اثر نہ ہو۔ ناگ نے سمندر کے کنارے پہنچ کر ایک

گہرا سانس لیا اور سانپ سے ایک ویل مچھلی بن کر پانی میں کود گیا۔ اب وہ بادبانی جہاز کا پیچھا کر رہا تھا۔ جہاز کچھ فاصلے پر آگے آگے جا رہا تھا اور ناگ ویل مچھلی کی شکل میں اس کا پیچھے پیچھے تعاقب کر رہا تھا۔

جادوگر شاکول جہاز کے عرشے پر لکڑی کے بھاری ستون کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ناگ کو اپنے قبضے میں نہ کر سکنے پر افسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس کے دل میں یہ امید ضرور تھی کہ چونکہ اس نے عنبر اور ماریا کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اس لیے ناگ ان دونوں کو قید سے رہا کرانے کے لیے پیچھے ضرور آئے گا خواہ وہ کسی بھی شکل میں کیوں نہ آئے۔

عنبر اور ماریا جادوگر کی طلسمی تختی کے گول دائروں میں نقطوں کی شکل میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ مگر سمندر کی لہروں کی آوازیں ضرور سن رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ جہاز سمندری لہروں پر اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور رات کے سائے سمندر میں چاروں طرف پھیلنے لگے تھے۔ سمندر کی لہروں کا رنگ سیاہ پڑ رہا تھا۔

ناگ بھی ویل مچھلی کی شکل میں اپنے اور بادبانی جہاز کے درمیان کچھ فاصلہ ڈالے ہوئے پانی کی لہروں میں جہاز کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

اسی طرح تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن کا سورج نکلا تو مسافروں کو دُور زمین کا کنارہ نظر آیا۔ جہاز انطاکیہ کی پرانی بندرگاہ کے ساتھ لگ گیا۔ جادوگر شاکول طلسمی تختی تھامے لمبے لمبے قدم اٹھاتا جہاز سے نیچے اتر آیا۔ یہاں سے اس نے ایک کارواں سرائے کا پتہ پوچھا اور شہر کی گرد بھری سڑک پر چل پڑا۔

ناگ نے سمندر سے نکلنے کے بعد انسانی شکل اختیار کر لی تھی اور کچھ فاصلہ رکھ کر وہ برابر جادوگر شاکول کا تعاقب کر رہا تھا۔ جادوگر شاکول کارواں سرائے میں جا اُترا۔ اسی روز شام کو ایک قافلہ شہر فلسطین کو جا رہا تھا۔ جادوگر شاکول اس قافلے میں شامل ہو گیا اور ایک اُونٹ پر بیٹھ کر فلسطین کی جانب قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ ناگ قافلے کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا۔ کیوں کہ جادوگر شاکول کی طلسمی لہروں کا اثر اس کے اِرد گرد پچاس پچاس قدموں کے فاصلے تک تھا۔ وہ قافلے کے پیچھے سو قدم کا فاصلہ رکھ کر ایک سفید باز کی شکل میں اڑتا چلا آ رہا تھا۔

ناگ قافلے کے اوپر پچاس ساٹھ فٹ کی بلندی پر رہ کر بھی اڑ سکتا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس طرح جادوگر شاکول کو شک پڑ جائے گا کہ یہ سفید باز برابر قافلے کے

ساتھ ساتھ کیوں اڑتا چلا آ رہا ہے اور وہ کوئی نہ کوئی طلسم پڑھ کر ناگ کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اس لیے ناگ نے یہی مناسب خیال کیا کہ قافلے کے پیچھے رہ کر آسمان پر اس کا تعاقب کیا جائے۔

راستے میں پڑاؤ کرتا یہ قافلہ ریت کے صحراؤں میں شہر فلسطین کی طرف سفر کرتا رہا۔ ناگ بھی سفید باز کی شکل میں ساتھ ساتھ اڑ رہا تھا۔ قافلہ جب فلسطین کے شہر پہنچا تو ایک سرائے میں جا کر اتر گیا۔ اس سرائے کے اردگرد گول دیوار بنی ہوئی تھی۔ اس دیوار میں جگہ جگہ مسافروں کے لیے کوٹھڑیاں بنی تھیں۔ سرائے میں اونٹوں اور گھوڑوں اور گدھا گاڑیوں اور ڈبے۔ مسافروں کی وجہ سے مٹی اڑنے لگی تھی اور اتنی ساری خلقت میں جادوگر شاکول ناگ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ ناگ کو اس جادوگر سے دور رہنا پڑ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب نہیں آ سکتا تھا۔ چنانچہ اتنے سارے لوگوں کے ہجوم میں جادوگر شاکول کہیں گم ہو گیا۔ ناگ باز کی شکل میں سرائے کے اندر کھجور کے ایک اونچے درخت پر بیٹھا اسے تلاش کرتا رہا اور وہ اسے نظر نہ آیا۔ لوگ سرائے سے نکل کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ سرائے خالی ہو گئی۔ صرف اونٹوں کے مالک اور مزدور لوگ ہی وہاں باقی رہ گئے۔ ناگ ناامید بھی ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور پریشان بھی ـــ کیوں کہ وہ جادوگر شاکول کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور انسانی شکل میں واپس آ کر جادوگر کی تلاش کے لیے شہر میں داخل ہو گیا مگر جادوگر شاکول شہر میں نہیں تھا۔

وہ سرائے سے نکل کر ایک گھوڑے پر سوار فلسطین شہر سے دور پرانے کھنڈروں کی طرف جا رہا تھا۔ یہ کھنڈر شہر سے ایک دن اور ایک رات کے فاصلے پر ایک قدیم دریا کے دوسرے کنارے پر خشک اور بنجر ٹیلوں کے درمیان واقع تھے اور ان میں ایک بڑا پُراسرار غار تھا۔ اس غار کے بارے میں لوگوں میں عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں۔ کوئی کہتا کہ غار میں کسی بادشاہ کی روح ہاتھ میں تلوار لیے پھرتی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس غار میں ایک بے گناہ آدمی کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اور اب اس کی سرکٹی روح آدھی رات کو آ کر چیخیں مارتی ہے۔ لوگوں نے ایسے قصے بنا رکھے تھے کہ ایک مسافر غار کے اندر بارش سے بچنے کے لیے گیا اور پھر صبح لوگوں کو اس کی لاش اس حالت میں ملی کہ اس کے سارے جسم پر چھوٹے چھوٹے سانپ لپٹے ہوئے تھے۔

ان آسیبی اور ڈراؤنی کہانیوں کی وجہ سے کوئی شخص اس غار کے قریب نہیں جاتا تھا۔ اگر کوئی شامت کا مارا اِکا دُکا مسافر غار میں گھڑی پل کے لیے آرام کرنے چلا جاتا تو پھر

اس کی لاش ملتی جس کے ساتھ سینکڑوں سانپ لپٹے اسے ڈس رہے ہوتے تھے۔ اس غار کا نام لوگوں نے سانپوں کا غار رکھ دیا تھا۔

جادوگر شاکول اسی غار کی طرف آ رہا تھا۔ وہ گھوڑے پر بیٹھا صحرا میں سفر کرتے کرتے آخر دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ دریا بہت پرانا تھا اور سینکڑوں سالوں سے وہاں بہہ رہا تھا اس نے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور دوسرے کنارے پر پہنچ کر بنجر ٹیلوں کی طرف آ گیا۔ سامنے وہی پُراسرار سانپوں کا غار کانٹے دار جھاڑیوں اور اونچی سوکھی گھاس میں چھپا ہوا تھا۔ جادوگر شاکول گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اس نے گھوڑا ایک طرف لے جا کر گھاس وغیرہ چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور خود غار کے اندر داخل ہو گیا۔

اس غار میں دن کے وقت بھی اندھیرا تھا۔ شاکول غار میں کافی آگے نکل گیا تو غار میں تھوڑی سی کشادہ یعنی کھلی جگہ آ گئی۔ یہاں ایک گول جگہ میں ساتھ ساتھ دو قبریں بنی ہوئی تھیں اور دیوار کے ساتھ چمڑے کے بڑے بڑے چھ سات کُپّے رکھے ہوئے تھے جن کے منہ بند تھے اور ان پر کپڑا لپٹا ہوا تھا۔

جادوگر شاکول نے طلسمی تختی کو دونوں قبروں میں سے ایک قبر کے اوپر رکھ دیا اور ہاتھ اوپر باندھ کر آنکھیں بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کے منہ ہی منہ میں کوئی طلسم پڑھنا شروع کر دیا۔ طلسم پڑھ کر اس نے دونوں قبروں پر باری باری پھونک ماری اور درمیان میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ طلسمی تختی کو اس نے اٹھا کر دوسری قبر کے ساتھ تین بار لگایا اور پھر اپنے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ یہاں غار میں روشنی بہت کم تھی اور اندھیرا اندھیرا تھا۔

جادوگر شاکول اپنی چمکیلی آنکھیں کھولے دونوں قبروں کے بیچ میں پڑی ہوئی طلسمی تختی کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک قبر ہلنے لگی۔ پھر دوسری قبر بھی یوں ہلنے لگی جیسے قبر کے اندر بھونچال آ گیا ہو۔ پھر دونوں قبروں کے اندر سے سفید سفید دھوئیں کی لکیریں اوپر اٹھنا شروع ہو گئیں۔ شاکول اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر دونوں قبریں کھل گئیں اور ان کے اندر سے دو انسانی ڈھانچے باہر نکل آئے جن کی کھوپڑیوں پر مٹی کے دیئے جل رہے تھے ان ڈھانچوں نے اپنی اپنی کھوپڑیوں کے منہ کھول دیئے اور ان میں سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے وہ لمبے لمبے سانس لے رہے ہوں۔ شاکول نے اپنا سر جھکا دیا اور بولا:

"اے عظیم ڈھانچو! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور دو ایسے انسانوں کو اپنے طلسم میں جکڑ کر ساتھ لے آیا ہوں جو ہزاروں برس سے زندہ ہیں

مجھے افسوس ہے کہ میں ناگ کو نہ تلاش کر سکا۔ لیکن میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔"

انسانی ڈھانچوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ ان کے ہڈیوں والے کھڑکھڑاتے ہاتھ قبروں کے درمیان میں رکھی ہوئی تختی کی طرف بڑھے۔ انہوں نے دونوں گول دائروں میں سے عنبر اور ماریا کے نقطوں کو اپنی انگلیوں کی ہڈیوں سے تختی پر سے اٹھا لیا اور اپنے اپنے منہ کے اندر رکھ کر منہ بند کر لیا۔ ان کے سانسوں کی آواز رک گئی اور ڈھانچوں کی کھوپڑیوں پر رکھے ہوئے چراغوں کی روشنی اتنی تیز ہو گئی کہ سارے غار میں روشنی ہو گئی۔

ایک ڈھانچے نے اپنی قبر کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک طلسمی مہر نکالی اور جادوگر شاکول کو دے کر کہا:

"لے جاؤ۔ یہ سلیمانی مہر اب تمہاری ہے جب تک یہ مہر تمہارے بازو کے ساتھ بندھی رہے گی تم کسی کو نظر نہیں آؤ گے اور تم مر نہیں سکو گے۔ لیکن یہ مہر تم نے کھو دی تو تم اسی وقت ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر فنا ہو جاؤ گے۔"

جادوگر شاکول نے جلدی سے مہر ڈھانچے کے ہاتھ سے لے لی اور کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"عظیم جادوگر سامری! میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

دونوں ڈھانچے سلیمانی مہر شاکول کو دے کر آہستہ آہستہ قبروں کے اندر چلے گئے اور ان کی قبریں دوبارہ بند ہو گئیں۔ جادوگر شاکول نے جلدی سے سلیمانی مہر کو اپنے بازو کے ساتھ باندھ لیا اور وہ غائب ہو گیا۔ وہ غار میں موجود تھا مگر اب دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے دونوں قبروں پر باری باری اپنا ہاتھ رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا طلسمی تختی کو وہیں چھوڑ کر غار سے باہر نکل آیا۔ اب طلسمی تختی کا طلسم ختم ہو چکا تھا اور وہ ایک عام لکڑی کی تختی کے سوا کچھ نہیں تھی۔ باہر نکل کر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا تو گھوڑا ڈور سے ہنہنایا اور ڈر کر بھاگ گیا۔ اسے کوئی آسیبی روح اپنی طرف بڑھتی محسوس ہوئی تھی۔ شاکول پیدل ہی دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

غیبی شاکول اور انسانی نقطے

غار کے اندر دونوں قبریں خاموش تھیں۔

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد قبروں میں ایک بار پھر حرکت پیدا ہوئی۔ اس کا منہ کھلا اور قبروں کے اندر سے انسانی ڈھانچے زندہ ہو کر باہر نکل آئے۔ ان میں ایک جادوگر سامری تھا اور دوسری اس کی بیوی سامرہ تھی۔ عنبر اور ماریا کے نقطے ان کے ماتھوں پر تل کی طرح لگے ہوئے تھے۔ ان نقطوں کی وجہ سے سامری اور اس کی بیوی سامرہ کو دوبارہ زندگی مل گئی تھی۔ شیطان نے یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر وہ کسی ایسے دو انسانوں کو کالے نقطوں میں تبدیل کر کے اپنے ماتھوں پر لگائیں گے جو ہزاروں برس سے زندہ ہوں تو انہیں دوبارہ زندگی مل جائے گی۔ چنانچہ جادوگر سامری کی روح نے اپنے خاص شاگرد جادوگر شاکول سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ایسے دو انسانوں کو طلسمی تختی پر دو نقطے بنا کر پیش کرے گا تو وہ اسے سلیمانی مہر عطا کرے گا جس کو بازو سے باندھنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بعد وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا اور اسے اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ سلیمانی مہر اس کے بازو سے بندھی ہوئی ہے۔

جادوگر سامری اور سامرہ اب انسانی شکل میں دوبارہ زندہ ہو گئے تھے۔ ان کے لباس شاہی جادوگروں ایسے تھے۔ سامرہ نے ملکہ کا لباس پہن رکھا تھا۔ سامری نے غار سے باہر نکل کر تازہ ہوا میں سانس لے کر کہا:

"سامرہ! میرا جادو مجھے بتا رہا ہے کہ یہ نمرود بادشاہ کا زمانہ ہے اور ہم اپنے وطن ملک مصر سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ کیوں کہ ہماری لاشوں کو فلسطین کے ٹیلوں کے غار میں دفن کیا گیا تھا۔"

سامرہ کہنے لگی:

"عظیم سامری! ہمارا زمانہ گذر چکا ہے۔ اب نہ معلوم کون سا فرعون تخت پر بیٹھا ہو گا۔"

سامری نے کہا:

"جو کوئی بھی ہو۔ ہمیں اس سے کیا۔ ہم اس کے دربار میں جائیں گے اور میں اپنے جادو کے کارنامے دکھا کر شاہی جادوگر بن کر دربار میں بڑا عہدہ پائیں گے۔"

سامرہ نے کہا:

"تو پھر چلو۔ ہم ملک مصر کی طرف چلتے ہیں۔"

سامری نے کہا:

"لیکن میری جادوگر ملکہ سامرہ! ہمیں اپنے ماتھوں پر لگے ہوئے عنبر اور مادیا کے کالے نقطوں کا ہر وقت خیال رکھنا ہو گا۔ کیوں کہ اگر کسی نے یہ نقطے ہمارے ماتھوں سے اتار لیے تو ہم ایک بار پھر ہڈیوں کے ڈھانچے بن جائیں گے اور طلسم ختم ہو جائے گا۔"

سامرہ کہنے لگی:

"یہ نقطے ہم نے اپنے ماتھوں پر طلسم کے زور سے لگائے ہیں اور یہ ہمارے جسم کا حصہ بن گئے ہیں اب یہ کبھی نہیں اتریں گے۔"

سامری بولا:

"لیکن تم بھول گئی ہو کہ جب ہم سو جائیں گے تو یہ طلسم ختم ہو جائے گا۔ اور اس وقت کوئی بھی ہمیں سوتا پا کر اگر یہ نقطے کسی طرح کھرچ ڈالے گا۔ تو ہم ہڈیوں کا بھی ڈھانچہ بن جائیں گے۔"

اس کی بیوی سامرہ نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہم اس طرح سوئیں گے عظیم سامری کہ ایک سوئے گا اور دوسرا پہرہ دے گا۔ پھر دوسری رات دوسرا سوئے گا۔ اور پہلے والا پہرہ دے گا۔"

سامری نے خوش ہو کر کہا:

"تم عظیم جادوگر سامری کی عظیم بیوی ہو۔ تم نے بہت عمدہ ترکیب بتائی ہے۔ چلو۔ اب اپنے وطن مصر کی طرف چلتے ہیں۔"

سامری نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دونوں زمین سے اپنے آپ اوپر اٹھنے لگے۔ اور پھر اڑتے اڑتے بادلوں میں جا کر غائب ہو گئے۔ انہوں نے غار کے باہر کھڑے ہو کر جو باتیں کی تھیں انہیں عنبر اور ماریا نے سن لیا تھا وہ سامری اور سامرہ کے ہاتھوں پر نقطوں کی شکل میں جمے ہوئے تھے اور تقدیر ان کے ساتھ جو کچھ کر رہی تھی اس کو قبول کرنے پر مجبور تھے۔ وہ ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے لیکن اپنی اپنی جگہ پر عنبر بھی اور ماریا بھی ناگ اور کیپٹن کے بارے میں ہی سوچ رہے تھے کہ کاش وہ کسی طرح ان کی مدد کو پہنچ جائیں۔

دوسری طرف شاکول جادوگر غیبی حالت میں شہر میں آ گیا۔ یہ شیطانی خصلت رکھتا تھا اور اب لوگوں کی نظروں

سے اوجھل ہو جانے کے بعد وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کو تنگ کرے۔ ان کو لوٹے اور کروڑ پتی سوداگر بن کر ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرے۔ ایک عالی شان محل بنا کر رہے اور سینکڑوں نوکر چاکر اس کی خدمت کر رہے ہوں پھر اس کے دل میں ایک شیطانی خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اپنے غیبی بادشاہ ہونے کا اعلان کر دے اور فلسطین کے ملک پر قبضہ کرے۔ غیب ہو کر تو وہ جو چاہے کر سکتا تھا اور پھر وہ مر بھی نہیں سکتا تھا۔ شاکول کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آ گئی۔

وہ سیدھا شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہی محل شہر کے درمیان ایک ٹیلے پر قلعے کے اندر تھا۔ شاکول کو قلعے میں داخل ہونے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بڑی شان سے سینہ تانے شاہی سنتریوں اور پہرے داروں کی آنکھوں کے سامنے قلعے کے دروازے میں سے گذر گیا اور اس کو کسی نے نہ روکا۔ کیوں کہ وہ تو کسی کو دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ ماریا اور شاکول کے غائب ہونے میں ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ ماریا غیب ہو کر نظر نہ آنے والی شعاعوں میں تبدیل ہو جاتی تھی اور لوہے اور پتھر کی دیواروں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بھی ایکس ریز کی شعاعوں کی طرح گذر جاتی تھی مگر شاکول ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ پتھر اور لوہے کی دیوار کے اندر سے نہیں گذر سکتا تھا۔ قلعے کے اندر پہنچ کر شاکول شاہی محل کے دروازے پر آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ شاہی محل کا دروازہ بند ہے اور باہر چار سپاہی زرہ بکتر پہنے پہرہ دے رہے ہیں۔

غیبی شاکول نے جاتے ہی ایک پہرے دار کا گُرز اس سے چھین کر دوسرے پہرے دار کے سر پر اتنے زور سے مارا کہ تڑاخ کی آواز پیدا ہوئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ باقی تین پہرے دار حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ اچانک کیا ہو گیا؟ لیکن غیبی شاکول نے انہیں زیادہ حیران ہونے کی مہلت نہ دی اور دو گرز مار کر اور پہرے داروں کو بھی ہلاک کر دیا۔ چوتھا پہرے دار جان بچا کر بھاگ گیا۔ شاکول دروازہ کھول کر شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ سنگِ مرمر کے فرش پر سرخ ریشمی قالین بچھے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ سونے چاندی کے فوارے چل رہے تھے۔

شاہی غلام اور کنیزیں ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے۔ شاکول چونکہ غائب تھا اس لیے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ محل کے مختلف تختوں اور شاندار سنگ مرمر کے

برآمدوں سے ہوتا ہوا شاہی دربار میں جا پہنچا۔ دربار لگا تھا اور بادشاہ تخت پر بیٹھا کوئی شاہی فرمان لکھوا رہا تھا۔ دربار کے سارے امیر اور وزیر ادب سے قطاریں باندھے سر جھکائے کھڑے تھے۔ غیبی شاکول دربار کے بیچ میں جا کر کھڑا ہو گیا اور کڑک دار آواز میں بولا:

"اے فلسطین کے بادشاہ! سن! میری بات کو غور سے سُن! تیری بادشاہی کے دن آج سے ختم ہو گئے۔ اب میں اس ملک کا بادشاہ ہوں"

ایک کڑک دار غیبی آواز کو سن کر سارے درباری دم بخود ہو کر رہ گئے اور فضا میں ادھر اُدھر تکنے لگے۔ بادشاہ بھی اپنی جگہ پر بیٹھا بیٹھا دہشت زدہ سا ہو گیا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ مگر آخر وہ بادشاہ تھا۔ فوراً گرجدار آواز میں بولا:

"یہ کون شیطان ملعون ہے جو ہماری بادشاہت کو للکار رہا ہے؟"

بادشاہ کا خیال تھا کہ شاید کوئی دشمن کسی جھروکے کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور یہ آواز اسی نے بلند کی ہے۔ غیبی شاکول نے قہقہہ لگا کر کہا:

"بدبخت بادشاہ! تو نے مجھے شیطان ملعون کہہ کر اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت کو آواز دی ہے۔ پہلے میرا خیال صرف تمہارے تخت پر قبضہ کرنے کا تھا مگر اب میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور چلّایا۔

"شاہی سپہ سالار! اس ملعون کو ڈھونڈ کر اس کی بھرے دربار میں گردن اڑا دو۔"

شاہی سپہ سالار نے تلوار نکال لی اور شاکول کو ڈھونڈنے لگا۔ مگر وہ کہیں نظر آتا تو اسے پکڑ کر اس کی گردن اڑاتا۔

غیبی شاکول نے کہا:

"بادشاہ! تیرا سپہ سالار تو کیا تیری ساری فوج بھی مجھے تلاش نہیں کر سکتی۔ کیوں کہ میں کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔ میں غیبی دیوتا ہوں۔ ہاہاہاہا اور میں آج سے فلسطین کا، بلکہ ساری دنیا کا غیبی بادشاہ بن کر حکومت کروں گا۔ میں تمہیں اپنے غائب ہونے کی نشانی بتاتا ہوں۔"

اور غیبی شاکول نے آگے قدم بڑھائے اور بادشاہ کے تخت کے پاس کھڑے ایک سیاہ حبشی غلام کو گردن سے پکڑ کر کھینچ لیا اور پھر اس کے سر پر اتنی زور سے تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ سارے درباری اور بادشاہ

اب خوف زدہ ہو گئے تھے۔ بادشاہ کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ درباری اونچی آواز میں دیوتاؤں کے حضور دعائیں مانگنے لگے:

شاکول نے کڑک کر کہا:

"سنو! تمہاری کوئی دعا قبول نہیں ہو گی۔ کیوں کہ میں خود سب سے بڑا دیوتا ہوں اور آسمانوں سے اتر کر زمین پر حکومت کرنے کے لیے آیا ہوں اور میں نے فلسطین کے تخت کو اپنے لیے چُنا ہے۔ اے بادشاہ! مرنے کے لیے تیار ہو جا۔"

فوج کا سپہ سالار اور شاہی سپاہی بادشاہ کے ارد گرد تلواریں کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔

شاکول نے ایک بار پھر قہقہہ لگا کر کہا:

"تمہاری تلواریں اور تیر بھی تمہارے بادشاہ کو میرے انتقام کی آگ سے نہ بچا سکیں گے۔"

اور شاکول تخت کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے تلوار چھین کر پوری طاقت سے بادشاہ کے سینے میں گھونپ دی۔ بادشاہ کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ لڑھک کر منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ سارے درباری سہم کر رہ گئے۔ کسی میں اتنی جرأت نہ پیدا ہوئی کہ وہ آگے بڑھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر بادشاہ کی مدد کرے۔ سپہ سالار اور اس کے سپاہی بھی اپنی اپنی جگہوں پر پتھر کے بت بن کر کھڑے رہ گئے۔ شاکول نے بادشاہ کے تاج کو اٹھا لیا۔ درباریوں نے دیکھا کہ بادشاہ کا تاج اپنے آپ ہوا میں بلند ہو کر ایک جگہ رک گیا۔ وہ شاکول کا چہرہ اور جسم تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن ایک تاج انہیں نظر آ رہا تھا جو ایک غیبی انسان کے سر پر رکھا ہوا تھا۔

سپہ سالار کو بادشاہ کی موت کا سخت صدمہ پہنچا۔ اس نے نشانہ باندھ کر شاکول کے غیبی جسم پر زہر بھرا تیر چلا دیا۔ سَن کی آواز کے ساتھ تیر شاکول کے جسم میں سے پار ہو کر دوسری طرف جا گرا۔ شاکول کو موت نہیں آ سکتی تھی اس لیے وہ اپنی جگہ پر خاموش کھڑا رہا۔ مگر سپہ سالار کی اس حرکت سے اس کا خون کھول اُٹھا۔ اس نے آگے بڑھ کر سپہ سالار کی تلوار کھینچ لی اور اس سے پہلے کہ سپہ سالار اپنا بچاؤ کرتا تلوار نے اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے تھے۔

سارے دربار پر غیبی شاکول کی ہیبت چھا گئی۔ شاکول نے گرج کر کہا:

"کون ہے جو مجھے بادشاہ نہیں تسلیم کرتا؟"

سب درباریوں اور وزیر نے ایک آواز ہو کر کہا:

"اے غیبی دیوتا ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔"

شاکول نے کہا:

"ہاں۔ میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ آج سے اس ملک پر میرا حکم چلے گا۔ میں اس سارے ملک کا بادشاہ ہوں۔ اگر کسی نے میرے حکم کو ٹالا تو اس کا بھی وہی حشر ہو گا جو بادشاہ اور سپہ سالار کا ہوا ہے اب میں دربار برخاست کرتا ہوں۔"

درباریوں نے دیکھا کہ سونے کا شاہی تاج زمین سے چھ فٹ کی بلندی پر اپنے آپ تخت پر سے اتر کر شاہی آرام گاہ کی طرف جا رہا ہے اور وزیر ادب سے سر جھکائے اس تاج کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ یہ تاج شاکول نے اپنے سر پر پہن رکھا تھا جو خود نظر نہیں آ رہا تھا مگر اس کے غیبی سر پر رکھا ہوا تاج سب دیکھ سکتے تھے۔

شاکول اور ماریا کے غائب ہونے میں دوسرا فرق یہ بھی تھا کہ ماریا جس شے کو اپنے ہاتھ میں پکڑتی تھی یا اپنے سر پر رکھتی تھی وہ بھی غائب ہو جاتی تھی لیکن شاکول کا صرف جسم غائب تھا۔ وہ جس شے کو پکڑتا تھا یا اپنے جسم پر رکھتا تھا وہ غائب نہیں ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا جسم تو غائب تھا مگر سر پر رکھا ہوا تاج سب کو نظر آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا تھا۔

دوسرے روز سارے فلسطین شہر میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ان کا بادشاہ قتل ہو گیا ہے اور اس کی جگہ کوئی ایسا دیوتا بادشاہ بن گیا ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کوئی کہتا کہ یہ کوئی شیطان ہے۔ کوئی کہتا کہ یہ کوئی آسمانی بلا ہے۔ کوئی کہتا کہ یہ دیوتا ہے جس نے زمین پر اتر کر تخت و تاج سنبھال لیا ہے اور کسی کو نظر نہیں آتا۔

غیبی شاکول نے بادشاہ بنتے ہی یہ حکم جاری کر دیا کہ ملک میں جس جس کے پاس سونے چاندی کے زیور، برتن ہیرے جواہرات اور موتیوں کے خزانے ہیں وہ سارے کے سارے میں اس کے شاہی خزانے میں لا کر جمع کر دیئے جائیں۔ امیر آدمیوں کے رنگ اڑ گئے۔ ان کی دولت ان سے چھینی جا رہی تھی۔ مگر بادشاہ کے حکم کے آگے مجبور تھے۔ سب نے اپنا اپنا قیمتی مال لا کر جمع کرا دیا۔ کچھ امیر سوداگروں نے ملک سے فرار ہونے کی کوشش کی مگر ان کو گرفتار کر کے غیبی شاکول کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ ان کی لاشیں شہر کے دروازوں پر لٹکا دی جائیں۔ غیبی شاکول تاج پہن کر ہر روز تخت پر آ کر بیٹھ جاتا۔

درباریوں اور وزیروں کو صرف اس کا تاج ہی دکھائی دیتا۔ وہ اس کی شکل و صورت نہیں دیکھ سکتے تھے۔ صرف اس کی گونج دار آواز ہی سن سکتے تھے۔ ہر کسی پر ڈر خوف سوار ہو گیا تھا۔ کیونکہ غیبی شاکول ذرا سی بات پر کھال کھنچوا دیتا تھا وہ ظالم بادشاہ کے طور پر مشہور ہو گیا۔

ناگ ابھی تک فلسطین شہر ہی میں تھا۔ اس نے جب ایک غیبی بادشاہ کے بارے میں سنا کہ اس نے بادشاہ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا ہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا تو سوچ میں پڑ گیا کہیں یہ ماریا تو نہیں ہے؟ مگر ناگ کو اس شہر میں سے ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ ویسے بھی ماریا اس قسم کا ظلم کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ظالم غیبی بادشاہ تو اس قدر تنگ دل اور گھٹیا انسان تھا کہ لوگوں کے گھروں میں گھس کر ان کے قیمتی برتن اٹھا کر لے جاتا اور دکانوں میں گھس کر جو چیز پسند آتی اٹھا کر لے جاتا اور جو کوئی ذرا سا شور مچاتا اس کو وہیں قتل کر ڈالتا۔

ناگ کو یقین ہو گیا کہ یہ ماریا نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی جادوگر قسم کا شیطان ہے جو تخت پر بادشاہ بن کر بیٹھ گیا ہے اور رعایا پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔ ناگ نے اس غیبی بادشاہ کے ظلم و ستم سے رعایا کو نجات دلانے کا فیصلہ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیا۔ ناگ کے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ وہی اونچا لمبا جادوگر شاکول ہو جس نے عنبر اور ماریا کو اپنی طلسمی تختی میں جکڑ لیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے کسی طلسم کے زور سے ماریا کی غیبی طاقت پر خود قبضہ کر لیا ہو اور غائب ہو کر بادشاہ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا ہو۔

ناگ کو معلوم تھا کہ اگر یہ وہی جادوگر شاکول ہے تو وہ ناگ کی شکل سے واقف ہے اور وہ اسے پہچان لے گا اور پھر اس کے قریب پہنچ کر ناگ کو جادو کی لہروں کا اثر بھی محسوس ہو جائے گا۔ ناگ نے پہلا فیصلہ تو کیا کہ وہ کسی چھوٹے سے چھوٹے پرندے کی شکل میں دربار میں جائے گا اور یہ آزمائے گا کہ اس پر جادوگر شاکول کے طلسم کی لہروں کا اثر ہوتا ہے کہ نہیں۔ پس ناگ نے ایک سیاہ رنگ کی ننھی سی چڑیا کی شکل اختیار کی اور اڑتا ہوا سیدھا شاہی محل کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دربار میں درباری سر جھکائے سہمے ہوئے کھڑے ہیں اور تخت پر ہوا میں ایک شاہی تاج اوپر لٹکا ہوا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ تاج غیبی بادشاہ کے سر پر رکھا ہوا ہے اور اس کا تاج نظر آتا ہے مگر باقی جسم نظر نہیں آتا۔ اس سے ایک بات ثابت ہو گئی تھی کہ یہ ماریا نہیں ہے۔ ویسے بھی

ناگ کو ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ ناگ اڑتا ہوا تخت کے قریب گیا تو اس پر طلسمی لہروں کا بھی اثر نہیں ہوا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ جادوگر شاکول نہیں۔ لیکن اگر وہی ہے تو پھر غائب ہونے کے بعد اس کا طلسم ختم ہو گیا ہوا ہے۔

ناگ تخت کے قریب سونے کے ایک درخت پر بیٹھا تھا جس کی ٹہنیوں سے جواہرات لٹک رہے تھے۔ ناگ نے غیبی شاکول کی آواز سنی تو اسے یاد آگیا کہ شاکول کی آواز بالکل ایسی ہی تھی تو یہ جادوگر شاکول ہی تھا اور اس نے کسی خفیہ طلسم کے ذریعے ماریا کی غیبی طاقت حاصل کر لی تھی۔ ناگ اب اس کی غیبی طاقت کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا کیوں کہ اس کا راز معلوم کیے بغیر وہ غیبی شاکول کو شکست نہیں دے سکتا تھا۔ ناگ دربار سے باہر نکل آیا۔

کھلے میدان میں آ کر اس نے چین کی ایک شہزادی کی شکل اختیار کر لی۔ وہ ایک سجے ہوئے شاہی گھوڑے پر بیٹھی تھی اور اس نے اتنے خوبصورت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ ان پر جگہ جگہ ہیرے موتی ٹکے تھے۔ اس کے پیچھے پیچھے دو غلام لڑکیاں سروں پر قیمتی تحفوں کے تھال اٹھائے چلی آ رہی تھیں۔ ناگ کی اپنی شکل بڑی خوب صورت شہزادی کی شکل میں تبدیل ہو گئی تھی۔ شاہی محل کے دروازے پر آ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے کہا کہ وہ یمن کے ملک کے بادشاہ کی بیٹی ہے اور غیبی دیوتا بادشاہ سے ملاقات کرنے آئی ہے۔ اسی وقت دربار میں غیبی شاکول کو خبر پہنچائی گئی۔ اس نے اجازت دے دی۔ ناگ دربار میں آ گیا۔

غیبی شاکول یمن کی شہزادی کے حسن کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس کی آواز سنائی دی:

"اے شہزادی تمہارا نام کیا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"عظیم دیوتا بادشاہ! میرا نام نیلوفر ہے اور میں تمہاری تعریف سن کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تم مجھے اپنی خدمت میں رکھ لو۔ میں اب واپس اپنے ملک نہیں جانا چاہتی۔"

غیبی شاکول اپنی تعریف سن کر بڑا خوش ہوا، بولا:

"شہزادی! تم بڑی خوشی سے میرے شاہی محل میں رہ سکتی ہو۔"

ناگ نے جھک کر شکریہ ادا کیا اور غیبی شاکول کی خدمت میں تحفے پیش کیے۔ غیبی شاکول نے شہزادی کو اپنے تخت کے پاس ہی بیٹھنے کو کرسی دی۔ اس کا مطلب تھا کہ غیبی بادشاہ یمن کی شہزادی سے خوش ہو گیا تھا۔

ناگ ہیرے موتیوں کا لباس پہنے بڑی شان سے اپنی عورتوں ایسی نازک گردن اٹھائے بیٹھا تھا۔ کسی کو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ یہ عورت نہیں بلکہ مرد ہے۔ ناگ کے جسم کو غیبی شاکول کی طلسمی لہروں کا ذرا سا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ جب کہ اسے پورا یقین ہو چکا تھا کہ یہی وہ جادوگر ہے جس نے عنبر اور ماریا کو اپنی طلسمی تحویل میں قید کیا ہوا ہے۔ اب ناگ نے دو کام کرنے تھے۔ پہلا کام یہ کہ عنبر اور ماریا کا سراغ لگانا تھا اور دوسرا کام یہ کہ اس ظالم غیبی بادشاہ کے ظلم و ستم سے غریب رعایا کو نجات دلانی تھی۔

ناگ ایک خوب صورت شہزادی کے روپ میں شاہی محل میں رہنے لگا۔ اس نے جادوگر شاکول کے ساتھ اتنی محبت جتائی کہ وہ ناگ کا گرویدہ ہو گیا۔ اگر جادوگر شاکول سلیمانی مہر اپنے بازو پر باندھ کر غائب نہ ہوتا تو وہ ایک سیکنڈ کے اندر اندر ناگ کو پہچان لیتا اور اسے اسی وقت ایک ننھے سے نقطے میں قید کر سکتا تھا۔ مگر غائب ہونے کے بعد اس کا طلسم اس سے رخصت ہو گیا تھا۔ اور اب وہ ناگ کو بھی نہیں پہچان سکتا تھا اور اس پر کوئی طلسم بھی نہیں کر سکتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ تو ناگ کے حسن پر لٹو ہو گیا تھا اور اسے دربار میں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا تھا۔

ناگ یہی مقصد لے کر محل میں داخل ہوا تھا۔ اس نے غیبی بادشاہ کی تعریفیں کر کر کے اسے احمق بنا لیا تھا۔

ایک روز ناگ شہزادی کے روپ میں غیبی شاکول کے پاس قالین پر بیٹھا تھا۔ غیبی شاکول نے کاندھوں پر شال اوڑھ رکھی تھی۔ ناگ کو اس کی صرف شال ہی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا باقی سارا جسم غائب تھا۔ ناگ نے آنکھوں میں جھوٹے آنسو لا کر رونا شروع کر دیا۔ جادوگر شاکول بیتاب ہو گیا۔ اس نے پوچھا:

"ہماری ملکہ! تم کیوں رو رہی ہو؟ تمہیں کس شے کی ضرورت ہے مجھے بتاؤ۔ میں ایک پل میں اسے حاضر کر دیتا ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"عظیم دیوتا! مجھے سوائے تمہارے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

غیبی شاکول ہنس کر بولا:

"لیکن میں تو تمہارے پاس بیٹھا ہوں۔"

ناگ نے بڑی مکاری سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

"وہ تو میں جانتی ہوں عظیم دیوتا۔ مگر مجھے اس خیال سے رونا آ رہا ہے کہ اگر کسی نے آپ کا جادو ختم کر دیا اور آپ مجھ سے جدا ہو گئے تو میں کیا کروں گی۔"

غیبی شاکول نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا:

"ملکہ! ہم جادوگروں کے شہنشاہ سامری کے طلسم سے غائب ہوئے ہیں۔ ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔"

ناگ نے کہا:

"لیکن عظیم شہنشاہ! دشمن بھی تو وار کر سکتا ہے اس لیے آپ کو ہمیشہ چوکس رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے دشمن جادوگروں کے بادشاہ سامری سے بھی زیادہ طاقتور ہو۔"

غیبی شاکول بولا:

"سامری سے بڑا کوئی جادوگر نہیں ہے۔ جانتی ہو اس نے مجھے اپنی خاص سلیمانی مہر کیوں دی تھی؟"

"نہیں عالم پناہ!" ناگ نے بھول پنے سے کہا:

شاکول بولا:

"میں نے جادوگر سامری اور اس کی بیوی سامرہ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دو ایسے انسانوں کے نقطے لا کر دیئے تھے جن کو اپنے ماتھوں پر لگا کر وہ دونوں اپنی اپنی قبروں سے زندہ ہو کر باہر نکل آئے اور اب ملک مصر میں شاہی جادوگر ہیں۔"

ناگ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ عنبر اور ماریا کے نقطے دوبارہ زندہ ہونے والے جادوگر سامری اور اس کی بیوی سامرہ کی پیشانیوں پر لگے ہیں اور وہ ملک مصر میں ہیں۔ اب ناگ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس ظالم شاکول کے غائب ہونے کا راز کیا ہے؟ اس نے ادھر اُدھر کی باتوں سے غیبی شاکول سے بہت پوچھنے کی کوشش کی مگر اس نے کہا کہ یہ راز وہ اپنی ملکہ کو بھی نہیں بتا سکتا۔ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"معاف کرنا ملکہ! مجھے سامری نے خبردار کیا ہوا ہے کہ اپنے غائب ہونے کا راز کسی کو نہ بتاؤں چلو شاہی باغ کی سیر کرتے ہیں۔"

ناگ اب اس کوہ میں رہنے لگا کہ کسی نہ کسی طرح غیبی شاکول کے غائب ہونے کا راز معلوم کیا جائے مگر وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ کیوں کہ وہ غیبی شاکول کو شک میں بھی نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کے باوجود غیبی شاکول راز بتانا تو کیا اس پر بات بھی نہیں کرتا تھا۔ ایک روز تو

اس نے ناگ کو صاف صاف کہہ دیا:

"ملکہ! ہمیں تم سے بہت محبت ہے مگر ہم تمہیں بھی خبردار کرتے ہیں کہ آئندہ ہم سے ہماری غیبی طاقت کے راز کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔"

ناگ نے کہا:

"جو حکم بادشاہ سلامت۔"

لیکن ناگ نے اب دوسرے طریقوں سے اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ کبھی کبھی وہ ایک چھوٹا سا کالا سانپ بن کر غیبی شاکول کے شاہی کمرے میں رات کو چلا جاتا اور دیکھتا کہ وہ اکیلا کیا کرتا ہے۔ غیبی شاکول پلنگ پر سو رہا ہوتا۔ ناگ ساری ساری رات کمرے میں چھپا رہتا مگر غیبی شاکول کوئی ایسی بات نہ کرتا جس سے ناگ کو اس کی غیبی طاقت کا راز معلوم ہو سکتا۔

ایک رات ناگ کالا سانپ بن کر غیبی شاکول کے کمرے میں خفیہ طریقے سے گیا تو اس نے دیکھا کہ شاکول کا پلنگ خالی ہے۔ جب وہ پلنگ پر لیٹا ہوتا تھا تو پلنگ پر ایک چادر اُبھری ہوتی تھی اور پلنگ اس کے دباؤ سے تھوڑا سا نیچے جھکا ہوتا تھا۔ آج ایسا نہیں تھا۔ کونے میں شاہی چراغ بجھا ہوا تھا اور کھڑکی میں سے چاندنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندر آ رہی تھی۔ ناگ حیران ہوا کہ غیبی شاکول آج کہاں چلا گیا ہے۔ اچانک اسے قدموں کی آواز آئی۔ ناگ ہوشیار ہو گیا۔ کسی نے شاہی چراغ کو روشن کر دیا۔ کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ غیبی شاکول ہی ہے۔ ناگ چوکس ہو کر کونے میں بیٹھ گیا۔

اسے غیبی شاکول کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اے عظیم جادوگر سامری! تو سن رہا ہے۔ میں اب ساری دنیا کا بادشاہ بننا چاہتا ہوں۔ مجھے اس سے زیادہ طاقت عطا کر۔ مجھے جنوں کی ایک فوج دے جو دوسرے ملکوں پر چڑھائی کرکے مجھے فتح دلائے۔"

پھر خود ہی بولا:

"ہاں اے عظیم جادوگر! میں تمہاری ہدایت پر عمل کر رہا ہوں۔ میں نے آج تک یہ راز کسی کو نہیں بتایا کہ میرے بازو پر جو سلیمانی مہر بندھی ہوئی ہے میں اس کی وجہ سے غائب ہوں۔ مگر اب میں زیادہ بڑا اور عظیم بادشاہ بننا چاہتا ہوں ـــــ"

وہ کچھ دیر سامری کی غیبی آواز سے باتیں کرتا رہا۔ سامری کی غیبی آواز ناگ نہیں سن سکتا تھا۔ ناگ پر یہ

بھید بھی کھلا کہ جادوگر سامری کو بھی ناگ کی موجودگی کا احساس نہیں تھا اور غیبی شاکول کے غائب ہونے کا راز اس سلیمانی مہر میں چھپا ہوا تھا جو اس نے اپنے بازو پر باندھ رکھی تھی۔ ناگ خاموشی سے کمرے سے نکل کر اپنی شاہی خواب گاہ میں آ کر دوبارا یمن کی شہزادی بن گیا۔ اب وہ یہ سوچنے لگا کہ اس کے بازو سے سلیمانی مہر کس طریقے سے اتاری جائے؟ ناگ کو یاد آ گیا کہ عنبر چونکہ جڑی بوٹیوں کا ماہر تھا اس لیے وہ ایک چنن بوٹی کا ذکر کیا کرتا تھا کہ اگر اسے کسی چیز میں گھول کر کسی کو پلائی جائے تو وہ شخص بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ناگ ایک رات سانپ کی شکل میں شاہی محل سے باہر نکل کر ویران علاقے میں آ گیا۔ اس نے اس علاقے کے سب سے بڑے سانپ کو بلا کر حکم دیا کہ اسے چنن بوٹی لا کر دی جائے۔ بڑا سانپ اسی وقت گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک گھاٹی سے چنن بوٹی کا سوکھا ہوا پھل توڑ کر لے آیا جو کالے بیر جتنا تھا۔ ناگ اس بوٹی کو لے کر واپس محل میں آ گیا۔

دو روز بعد جب غیبی شاکول ناگ کی خواب گاہ میں آیا تو ناگ اس وقت یمنی شہزادی کے روپ میں تھا۔ وہ غیبی شاکول سے بے حد محبت جتانے لگا اور اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہا:

"عظیم شہنشاہ! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ میرے ہاں کھانا تناول فرمائیں۔"

غیبی شاکول نے خوش ہو کر کہا:

"مجھے خوشی ہوگی ملکہ سلامت!"

ناگ نے ہر شے پہلے سے ہی تیار کر رکھی تھی۔ کھانا لگا دیا گیا۔ اس کے ساتھ پھلوں کے رس کا جو گلاس بادشاہ کو دینا تھا اس میں ناگ نے چنن بوٹی گھول رکھی تھی۔ کھانے کے ساتھ غیبی شاکول مزے سے پھلوں کا رس پی گیا۔ ناگ نے سارے نوکروں کو رخصت کر دیا۔ اب خواب گاہ میں صرف ناگ اور غیبی شاکول رہ گئے۔ ناگ کو غیبی شاکول کی صرف شاہی شال ہی نظر آ رہی تھی۔

غیبی شاکول نے کہا:

"ملکہ! ہمیں نیند آ رہی ہے!"

چنن بوٹی نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔

ناگ نے کہا:

"بادشاہ سلامت! آپ بستر پر لیٹ جائیں۔ میں آپ کا سر دباتی ہوں۔"

غیبی شاکول بستر پر لیٹ گیا اور ناگ ٹٹول کر اس کا سر دبانے لگا۔ وہ اس کے ساتھ باتیں بھی کرتا جا رہا تھا۔

غیبی شاکول ہوں ہاں کر رہا تھا۔ پھر اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔ ناگ نے اسے دو تین بار آوازیں دیں۔ مگر غیبی شاکول نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب ناگ کو یقین ہو گیا کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے تو اس نے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ اس کے بازو کی طرف بڑھایا۔ اس کے بازو پر سلیمانی مہر بندھی ہوئی تھی۔

ناگ نے ایک پل بھی ضائع نہ کیا اور جلدی سے سلیمانی مہر کھول دی۔ وہ ایک دم سے ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ ایک چیخ کی آواز بلند ہوئی اور ناگ نے دیکھا کہ بستر پر غیبی شاکول کا ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے۔ ناگ سمجھ گیا کہ غیبی شاکول کا قصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو گیا ہے۔ اس نے سلیمانی مہر اپنی جیب میں ڈالی اور محل میں آکر شور مچا دیا کہ غیبی بادشاہ مر گیا ہے۔ سارا محل جاگ اٹھا ہر طرف شور مچ گیا۔ درباری اور شاہی خاندان کے لوگ بہت خوش تھے۔ ظالم غیبی شاکول کے ہڈیوں کے ڈھانچے کو توڑ کر اسے دریا میں بہا دیا گیا۔ ناگ اب انسانی شکل میں واپس آ گیا تھا۔ اس نے شاہی تخت اس کے جائز وارث شہزادے کے حوالے کیا اور خود عنبر اور ماریا کو جادوگر سامری اور اس کی بیوی سامرہ کی قید سے رہا کرانے کے لیے وہاں سے ملک مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جادوگر سامری اور اس کی بیوی ملک مصر کے شاہی دربار میں شاہی جادوگر اور جادوگرنی کی حیثیت سے ایک بڑے عہدے پر تھے اور جادوگر سامری نے اپنے جادو کے زور سے فرعون کو اپنے قبضے میں کر رکھا تھا اور من مانی کر رہا تھا۔ ناگ اپنی اصل شکل میں مصر میں داخل ہوا تھا۔ مصر کا دارالحکومت تھیبز تھا اور یہ آج سے ہزار سال پہلے بھی ناگ نے دیکھا ہوا تھا۔ آدھی رات گزر جانے کے بعد ناگ شہر سے باہر نکل آیا اور صحرا میں ایک شاہی اہرام میں گیا جہاں قدیم فرعون ملکہ نفریتی کا مقبرہ تھا اور جو ناگ کو جانتی تھی۔ ناگ نے ملکہ نفریتی کے مقبرے کے آگے کھڑے ہو کر اسے بلایا اور کہا کہ وہ عنبر اور ماریا کی تلاش میں آیا ہے اس کی مدد کی جائے۔ نفریتی کی دور زمین کی گہرائی سے آتی آواز آئی جس نے ناگ سے کہا کہ وہ جادوگر سامری سے ہوشیار رہے۔ کیونکہ اس کو جادو کے زور سے ناگ کے آنے کی خبر ہو گئی ہے اور اس نے پیتل کا ایک سانپ بنا کر اس پر طلسم پھونک کر چھوڑ دیا ہے جو ناگ کی تلاش میں ہے اور وہ ناگ کو ہلاک کر سکتا ہے۔ ناگ نے کہا میں اس سے کیسے بچ سکتا ہوں؟ نفریتی کی روح کی آواز آئی کہ تم میری قبر کی تھوڑی سی مٹی اپنے ماتھے پر لگا لو۔ ناگ نے مقبرے کی مٹی لے کر اپنے ماتھے پر لگا لی۔ نفریتی ملکہ

کی آواز آئی۔ جاؤ۔ پیتل کا طلسمی سانپ اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ مگر اس کے بعد جادوگر سامری کا تمہیں خود مقابلہ کرنا ہو گا۔ نفریتی کی آواز غائب ہو گئی اور ناگ اہرام سے باہر نکل آیا۔ وہ سیدھا شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ ایک جگہ سے اسے سانپ کی زبردست پھنکار کی آواز سنائی دی۔ پیتل کا طلسمی سانپ آ گیا تھا۔

○

- ○ ناگ اور طلسمی سانپ کے مقابلے کا کیا نتیجہ نکلا؟
- ○ عنبر اور ماریا انسانی لفظوں سے بدل کر پھر کیسے انسانی شکل میں آئے؟
- ○ کیپٹن پین امریکن ائر لائنز کی ائیر ہوسٹس کب تک بنی رہی؟ اور اس کی عنبر ناگ اور ماریا سے کہاں اور کیسے ملاقات ہوئی؟

ان سوالوں کے سنسنی خیز اور حیرت انگیز جواب آپ کو عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۸۱ میں ملیں گے جس کا عنوان "قفل والا پُراسرار چہرہ" ہے۔

عنبر ناگ ماریا کیپٹی اور خلا میں

۱۰۸ عینی [illegible]
۱۰۹ ماتا دیوی کا گڑھ ۴/۵۰
۱۱۰ آدھی عورت آدھا سانپ ۴/۵۰
۱۱۱ آدمی اور خلائی مخلوق ۴/۵۰
۱۱۲ عنبر اور زندہ لاش ۴/۵۰
۱۱۳ کیپٹی اور طوفانی راتیں ۴/۵۰
۱۱۴ خوفناک بجرہ ۴/۵۰
۱۱۵ سانپ کا قیدی ۴/۵۰
۱۱۶ موت کی چھپکلی ۴/۵۰
۱۱۷ مردے کی موت ۴/۵۰
۱۱۸ قبر کا ہاتھ ۴/۵۰
۱۱۹ جزیرے کا بھوت ۴/۵۰
۱۲۰ خوفناک مقابلہ ۴/۵۰
۱۲۱ ماما بابا کا چیلا ۴/۵۰
۱۲۲ مینار کا بھوت ۳/۰۰
۱۲۳ انسانی تیندوا ۴/۵۰
۱۲۴ عجیب الخلقت (خاص نمبر) ۴/۵۰
۱۲۵ تحفے کا راز ۴/۵۰
۱۲۶ سرکٹا ناگ ۴/۵۰
۱۲۷ عنبر کی قبر ۴/۵۰
۱۲۸ چاہ بابل کے قیدی ۴/۵۰
۱۲۹ [illegible] ۴/۵۰
۱۳۰ ہیگھن ناگن ۴/۵۰
۱۳۱ قبرستان کی ڈراؤنی رات ۴/۵۰
۱۳۲ قبرستان کا ترشول ۴/۵۰
۱۳۳ [illegible] ۴/۵۰
۱۳۴ ماریا کی کھوپڑی ۴/۵۰
۱۳۵ باپ کا ترشیر ۴/۵۰
۱۳۶ تابوت والی لڑکیاں ۴/۵۰
۱۳۷ آدم خور شکاری ۴/۵۰
۱۳۸ جنگلی درندوں کا سفر ۴/۵۰
۱۳۹ بچھو لڑکی ۴/۵۰
۱۴۰ ویران مینار ۴/۵۰
۱۴۱ ناگ کا رقص ۴/۵۰
۱۴۲ مردے کی آنکھ ۴/۵۰
۱۴۳ آدھا زندہ آدھا مردہ ۴/۵۰
۱۴۴ ناگ ہاؤس کے دریچے ۴/۵۰
۱۴۵ رات ہاؤس بند ناگ ۴/۵۰
۱۴۶ رنگین سانپ کے آگے ۴/۵۰
۱۴۷ کالی شہزادی ۴/۵۰
۱۴۸ جنگل کی قبر ۴/۵۰
۱۴۹ سایوں کے پیچھا ۴/۵۰
۱۵۰ سایوں کا عورت کا علم ۴/۵۰
۱۵۱ ڈراؤنی عورت ۴/۵۰
سے کا ناگ

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا
۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸